عرض حال

خاکسار کے دل میں عرصہ سے تحریری صورت میں تبلیغ و اشاعت کا جذبہ موجود تھا مگر عملی صورت میں کام کرنے کا موقعہ کافی دیر سے ملا۔ سب سے پہلے دسمبر ۱۹۴۴ء میں قربانی کے لیئے دانتہ جانور ہونے کی بحث پر ایک رسالہ مدلل لکھ کر شائع ہو چکا ہے پھر دوسرے رسالہ "تذکرہ اسلاف" کی باری آئی جس کے مضامین پہلے اخبار محمدی دہلی ۱۹۳۳ء میں اور پھر "محمدی" ۱۹۳۹ء میں مختلف عنوانوں سے شائع ہو چکے تھے۔ اب ترمیم و تہذیب اور کافی اضافۂ مواد کے ساتھ از سر نو انکو تیار کر دیا گیا ہے اور یہی بصورت رسالہ اب آپکے سامنے ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے اپنے زمانہ صحت میں کافی کام قلمی مسودات کی شکل میں کر لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی تو بہ تدریج محترم ناظرین تک اس کے بیگر سلسلہ علمیہ بھی پہنچیں گے اس جگہ صرف ان علمی موضوعوں کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے جو مسودہ یا بعض مطبوعہ مضامین کی شکل میں موجود ہیں۔ سب سے اول رسالہ اس مسئلہ پر ہے کہ قرآن مجید کی ضرورت کیا ہے اور اس نے بائیبل کی اصلاحات کس قدر فرمائی؟ یہ صدق لکھنؤ میں شائع ہو چکا ہے اور اس باب میں بہترین مضمون ہے۔

دوسرا رسالہ "احکام قرآن عالم گیر ہیں" اور اس میں عیسائیت اور ویدک دھرم سے مقابلہ دس عنوانوں سے کیا گیا ہے (اب تک کہیں شائع نہ ہو سکا)

تیسرا رسالہ ۔ مسئلہ ہدایت وضلالت وخیر وشر کی تمام آیات کریمہ کے حل مطلب پر ہے جو قابل حفظ ولائق ضبط ہے
چوتھا رسالہ ۔ مسئلہ قیامت وحشر اجساد کے عقلاً درست ہونے پر ہے (یہ مقالہ ترجمان دہلی کے صفحات پر شائع ہو چکا ہے)
پانچواں رسالہ ۔ فضائل اسلام پر ہے ۔ دیگر ادیان کا تقابل آٹھ عنوانوں سے کیا گیا ہے (یہ مقالہ اہل حدیث امرتسر میں شائع ہو چکا ہے)۔
چھٹا رسالہ ۔ تردید کفارہ مسیح" پر ہے بالکل نئے طرز استدلال سے کئی طرح سے کفارہ کو باطل کیا گیا ہے ۔
ساتواں رسالہ ۔ اسلام وعیسائیت اور ویدک مت کے متفق علیہ مسائل پر ہے ان شبہات کے رفع میں جو اسلام کے بعض بعض مسائل پر غیر مذاہب طعن سے کرتے ہیں ۔ (یہ چھٹا و ساتواں بھی اہلحدیث امرتسر میں شائع ہو چکا ہے)۔
آٹھواں رسالہ ۔ مسئلہ عشر وزکواۃ پر ہے اس میں عقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ زمین کی پیداوار تمام تر اللہ کی رحمت خاصہ پر موقوف ہے (یہ مقالہ اپنے باب میں بے حد نافع ہے مگر ابتک اشاعت پذیر نہ ہو سکا)
نواں رسالہ ۔ علوم عربیہ وعلم دین کی حمائت میں ہے جو کانفرنس اہل حدیث کے اجلاس متو آئمہ ۱۹۴۲ء میں پڑھا گیا تھا اور اہل علم نے پسند فرمایا اور دہلی کے اجلاس میں مولانا شرف الدین صاحب محدث اور خواجہ عبدالحی صاحب استاد تفسیر جامعہ ملیہ اور اسلم جیراجپوری مرحوم نے یہ مقالہ سننے کے بعد بر سر اجلاس تحسین فرمائی اور مجھے اپنے کلمات محبت ودعا سے نوازا یہ مقالہ الاعتصام کراچی و صادق لکھنؤ میں شائع ہو چکا ہے ۔
دسواں رسالہ ۔ فضائل علم پر حاضر خدمت ہے پہلے یہ تذکرہ اسلاف

کے نام سے شائع کیا گیا تھا طبع ثانی میں چند اضافات کے ساتھ نام بدل دیا گیا۔
اس کے سوا اور بھی مسائل ضروریہ مثلاً جمع بین الصلوٰتین، اسلامی نجات، توحید، تہذیب اسلام و تمدن یورپ وغیرہ پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ اپنی توفیق سے ان سب رسائل کی اشاعت کی صورت پیدا فرمائے اور مجھے تندرستی عطا فرما کر مفید علمی خدمتوں کی توفیق مرحمت کرے جو رسائل شائع ہو چکے ہیں ان کی فہرست آخر میں ملاحظہ فرمائیے۔

طبع ثانی میں اضافے

طبع ثانی کے موقعہ پر میں نے اسے ایک بار پھر دیکھا اور چند قیمتی مضامین کا فتح المغیث، مرآۃ الجنان و تذکرۃ الحفاظ و تہذیب الاسماء وغیرہ کے حوالہ سے اضافہ کیا ہے امید کہ یہ رسالہ پہلے سے زیادہ احسن اور جامع ہوگا۔
میرے اکثر مضامین اخبار اہلحدیث امرتسر مرحوم و محمدی دہلی اور صدق لکھنؤ اور دار العلوم دیوبند اور ترجمان دہلی و اہلحدیث دہلی اور الاعتصام لاہور و موتمر کراچی و مسلم کشمیر و مصباح بستی و اہلحدیث گزٹ دہلی و تنظیم رنبیر، الارشاد کراچی، الصدیق ملتان و حقیقت اسلام لاہور اور الہدیٰ دربھنگہ میں اسقدر کثرت سے شائع ہو چکے ہیں کہ ان کی فہرست بھی کئی صفحات گھیر لیگی اس لئے صرف چند تازہ اور مفید مضامین کا تذکرہ کر رہا ہوں۔
جس طرح حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ اپنی تصانیف میں سے شرح فتح الباری اور مقدمہ فتح الباری کے تیار کرنے پر سب سے زیادہ خوش ہوا۔ اسی طرح میں بھی اس کے اظہار میں تامل نہیں کر سکتا کہ اپنے تازہ مضامین میں «سیرت پاک» پر لکھے ہوئے مقالہ اور «نصرت حدیث» پر لکھے ہوئے مضمون «صیانۃ الحدیث

اور نصرت الباری فی بیان صحیح البخاری سب سے زیادہ مطمئن ہوں۔ خداوند کریم ان کو مفید و نافع بنائے اور اس کا ثواب میرے اساتذہ اور والدین کو پہونچائے۔ انہی تازہ مضامین ہیں، فہم قرآن۔ و فاروق اعظم، مقام سنت، رسالہ نماز اور خلافت راشدہ کی رعایا پروری، اور علماء سلف دعلیات و وظائف بھی مرتب ہوئے ہیں رب کریم سے دعا ہے کہ اس کے اشاعت کی توفیق عطا ہو اور اسے خلائق کیلئے مفید و نافع بنائے۔

رسالہ ہذا کے ماخذوں کی فہرست

دلائل الاعجاز۔ درر کامنہ لابن حجر۔ مآثر الکرام، تاریخ الخلفاء، حیات جامی تاریخ المشاہیر، نزہۃ الخواطر، تاریخ ابن خلکان، عیون الانبیاء، مقدمہ تحفۃ الاحوذی، الفلاکۃ والمفلوکون، الدیباج المذہب، تذکرۃ الحفاظ، مقدمہ ہدایہ سوانح قاسمی، نور توحید، فوائد بہیہ، بغیۃ الوعاۃ، تاج العروس، بلوغ المرام مفتاح السعادت، ترمذی، صحیح البخاری، رسالہ التربیت والتعلیم، تاریخ العرب، مقالات سنیۃ، تہذیب التہذیب، رحلۃ الشافعیؒ للسیوطی، حسن البیان سیرۃ البخاری، مسک الختام، تلویح توضیح، مسلم الثبوت، صدرا، میرزاہد، تاریخ فلسفۂ اسلام، ملل ونحل، سفرنامہ شافعیؒ ترجمہ شرر مرحوم، امام مالک اتحاف النبلاء، خیالی، تعلیقات السنیہ، مقدمہ مبسوط، المنجد، حاشیہ کافیہ وملا جامیؒ، زوزنی شرح سبعہ، قاموس، نخبۃ الفکر، خزینۃ الاسرار، مبرد کامل، مثنوی مولٰنا روم، تعلیم المتعلم، تہذیب الاسماء واللغات احکام المرام، علماء سلف، حیات حافظ، سوانح عمر خیام، الفاروق، الغزالی، سفرنامہ شبلی نعمانی۔ سوانح خواجہ شبلی، سیر علماء، المامون، مکاتیب شبلی، انکے علاوہ رسائل واخبارات ہیں

ندوہ لکھنؤ اور اخبار آزاد ہند کلکتہ کے مختلف پرچے۔

ان قیمتی تصنیفات ومؤلفات کا ایک بڑا ذخیرہ خود اپنے پاس ہے اور بعض نادر کتابوں ورسائل کے مطالعہ کا موقع نذیریہ لائبریری دہلی وکتب خانہ مدن پورہ بنارس اور مکتبہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں ملا۔ اس رسالہ میں علی سبیل الاختصار سینکڑوں علماء ومحدثین ومفسرین وحکماء وشعراء وادباء ومناطقہ وفلاسفہ کی علمی محنتوں اور پھر ان کے مراتب کا تذکرہ موجود ہے۔

خدائے تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ناظرین کے لئے عموماً اور طالبان علم کے لئے خصوصاً اس تذکرہ کو برکت وسعادت کے تحصیل کا باعث اور باخذ عبرت وازدیاد بصیرت کا سامان بنادے۔

طلبائے عربیہ سے خطاب
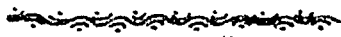
بدلی زمانے کی ہوا ایسا تغیر ہو گیا
تھے جو گراں قیمت کبھی اب ہیں متاع کس مخر

اہل زمانہ کی نظر میں اگرچہ عربی علم بہت معیوب ہے۔ کیونکہ فی زمانہ علم عربی کو بیشہ وفن کے اعتبار سے غیر مفید سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی ناقدری عموماً جس طرح کی جاتی ہے۔ وہ نہایت درجہ رذالت آمیز ہے۔ اصل یہ ہے کہ علم ایک نور ہے جس طرح نور ایک غیر محسوس چیز کا نام ہے اسی طرح علم بھی غیر محسوس ہے اور اس کا حال اور پیشوں سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ بآسانی علم کا کیف وکم نہیں معلوم کیا جا سکتا برخلاف اور اوصاف کے۔ مثلاً شجاعت کو دیکھئے کہ وہ اپنی محسوس علامت سے آسانی سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ صنعت اپنی آثار ونتائج سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ لیکن علم ایک روحانی چیز ہے۔ اس پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے اس کا انکار کیا جا سکتا ہے۔ اور نالائق لوگ بہ تصنع علماء کے گروہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ایسا پیشہ جو عام نگاہوں سے مخفی ہو جس کا انکار کیا جا سکتا ہو جسے ملمع سازی سے لغو کر سکتے ہوں اس کا رواج ہو تو کیونکر ہو۔ اسی واسطے علماء نے اپنی ناقدری اور گمنامی کی بابت یہ شعر کہا ہے ؎

لیس الخمول بعار علی امرءٍ ذی جلال
فلیلۃ القدر تخفی وتلک خیر اللیالی

ایک عالم بلند رتبہ کے لئے گمنامی کوئی عار نہیں ہے دیکھو شب قدر مخفی

رہتی ہے حالانکہ تمام راتوں میں وہی بہتر رات ہے۔ اسی طرح دو شعر دررکامنہ جلد اوّل، ص ۱۷۶ میں ہیں ؎

ماعلی العالم المهذب عار - ان غدا خاملاوذوالجهل سامی
فاللباب الشهی بالقشر خاف - ومصون الثمار تحت الکمام

یعنی جاہل کی شہرت اور عالم کی گمنامی کوئی عیب وشرم کی بات نہیں ہے۔
مغز پوشیدہ ہے چھلکا ظاہر ہے۔ پھل اندر چھپے ہیں اور غلاف اوپر ہے۔

لیکن یہ واقعہ ہے۔ کہ علم اپنے آغاز شباب میں یعنی بنوامیہ اور خلفائے عباسیہ کے مبارک دور بلکہ خود خلافت راشدہ کے دور میں سیاسی علمی تمدنی ترقی کو لئے ہوئے پروان چڑھا۔ مختلف علوم وفنون کے تراجم اسی عہد میں ہوئے۔ جوں جوں مذہبی علمی طاقت کمزور ہوتی گئی۔ علم وعلماء کی قدر دانی کم ہوتی گئی۔ اور باصول ہر کمالے را زوالے۔ تاتاریوں کے سیلاب میں علوم وفنون غرق آب ہو گئے اور اس سے اس کا وہ اگلا چرچہ بند ہوا اور ان کا گویا خاتمہ ہو گیا۔ اہل زمانہ کے نزدیک علم عربی ایک ذلیل اور بے کار چیز ہو کر رہ گئی۔ چنانچہ دلائل الاعجاز میں شیخ عبدالقادر جرجانیؒ لکھتے ہیں کہ اب ایک ایسا زمانہ آیا ہے کہ جس میں انسانی طبیعتیں بدل گئیں اور علم وفضل کا درجہ جہل والاعلمی نے لے لیا۔ محمود او صاف مذموم ٹھہرا دیئے گئے۔ حَتّٰی صَارَ اَعْجَزُ النَّاسِ عِنْدَ الْجَمِیْعِ مَنْ کَانَتْ لَهٗ هِمَّةٌ فِیْ اَنْ یَّسْتَفِیْدَ عِلْمًا اَوْ یَزْدَادَ فَهْمًا اَوْ یَکْتَسِبَ فَضْلًا اَوْ یَجْعَلَ لَهٗ ذٰلِكَ بِحَالٍ شُغْلًا ٭

یعنی اس انقلاب کو اس حد تک ترقی ہوئی کہ عام طور پر سمجھا جانے لگا کہ علم عربی میں مشغول ہونے والا طالب علم اور علوم عربیہ سے استفادہ اور کمال کا طلبگار محض ایک نکما اور ناکارہ آدمی ہوتا ہے (دلائل الاعجاز ص ۲۸)۔ آج جبکہ علوم وفنون

اس اگلے حال پر نہ رہے۔ اور نہ علماء پر زر و مال کی وہ بارش رہی جو کبھی تھی اور بجائے ان کے جدید علوم و فنون کا دور دورہ ہوا۔ تو باصول کل جدید لذیذ قدیم علوم و فنون کی گرم بازاری ہو تو کیونکر ہو۔ پس میرا لکھنا صحیح ہے کہ علم عربی پر کسی شخص کا کچھ لکھنا۔ اولاً تو یوں ہی معیوب ہے۔ دوسرے اس قسم کے تذکرہ کہ جس میں اگلی روایات کا اندراج مقصود اور لگلے طلباء کے ذوق کے کارنامے دکھلانے مقصود ہوں۔ اس وجہ سے بھی معیوب ہوتے ہیں کہ ان میں کان اور بود کا لاینیج جھگڑا رہتا ہے حالانکہ (پدرم سلطان بود، اور کان فلانٌ کذا) ایک حد تک غیر مفید ہے لیکن بقول شاعر ؎

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

یہ مختصر تذکرہ اخذ عبرت و بصیرت کے پیش نظر قلمبند کر دیا گیا ہے۔ مجھے اس تحریر سے صرف یہی مقصد پیش نظر ہے کہ اگلی روایات کے ذریعہ جماعت طلباء میں علمی زندگی بسر کرنے کی ایک لہر دوڑا دوں۔

میں نے اس تحریر میں قابل عبرت اور سبق آموز حالات و سوانح کو ایک جگہ جمع کرنے کی کوشش کی ہے علم کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لا کر اپنا یہی مطمح نظر رکھا ہے کہ کسی طرح طلبائے علوم عربیہ کے ذہن میں ڈال دوں کہ علم کی جب آپ پوری تلاش کرینگے کد و کاوش محنت و سعی طلب و جستجو میں لگ جاویں گے تو آپ بھی وہی ڈر یکتا اور صدف کے وہ اکیلے موتی ہونگے جس کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کئے دیتی ہے اور جس کی اصلی قیمت لگانے سے دنیا عاجز رہ جاتی ہے۔ قرآن مجید کی مبارک آیات اس بارے میں خود وارد ہیں۔ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ [1]۔ جب میرا یہ مقصود تھا تو لازمی تھا کہ بعض شبہات کا بھی ازالہ کر دوں۔ مثلاً یہ کہ ان علوم و فنون میں وہی لوگ ترقی

کی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں جو صاحب ثروت ہوں۔ اور بڑی حیثیت کے لوگ ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس لئے آپ اس تحریر میں دیکھیں گے کہ فقر و فاقہ و تنگدستی اور غربت کے باوجود بھی کتنے علماء ہیں کہ جنہوں نے اصلی طلب و جستجو کی بناء پر دنیا میں علوم و فنون کے زخار دریا بہا دیئے۔ غرض کوشش کیگئی ہے کہ اگلے طالب علموں کے ذوق محنت و مشقت و غربت پیادہ پائی و بے سر و سامانی کا ایک خاکہ کھینچ کر صرف ارباب طلب حقیقی تک یہ معروضہ پہونچا دیا جائے۔ ان کو اپنی اس طلب و مطالعہ و محنت میں آگے بڑھایا جائے تاکہ وہ دنیاوی خطرات سے الگ ہو کر اس محبوب علم میں اور شغل پیدا کریں ورنہ امراء کی طرح اگر غرباء نے بھی علم دین سے رابطہ نہ رکھا تو پھر علوم اسلاف اور دفاتر دینیہ کوئی پھر نام لیوا نہ ہوگا۔

ڈر ہے کہیں نام بھی لٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

دنیا میں بہت سی ترقیاں ہمارے دیکھتے دیکھتے ہو گئی ہیں۔ کیا بارگاہ لم یزل سے ایسا ہو جانا ناممکن ہے کہ علم عربی پھر اسی طرح ہمارے دیکھتے دیکھتے پروان چڑھے ممکن ہے اس اصلی حالت کے عود کر آنے میں کچھ شبہ ہو۔ لیکن مجھے پھر یہ کہنا پڑتا ہے کہ جس خداوند جل و علی نے پہلے اسکی قدر کی تھی۔ اس کے اصلی طلبگار بنائے تھے اس خدا کے لئے تو کچھ دشوار نہیں ہے کہ پھر اسی طرح سینکڑوں علماء و فضلاء پیدا کرے، ہزاروں طلب گار حقیقی کا ایک ٹھٹھ کا ٹھٹھ جگہ جگہ شہر شہر میں پیدا ہو اور علوم و فنون کے دریا بہہ جائیں جب خدا چاہے گا تو وہ مسبب الاسباب اسباب و علل کا نامعلوم سلسلہ پیدا کر دے گا۔ بس اے مصیبت زدہ طلبائے کرام میں تم سے اب رخصت ہوتا ہوں۔ یاد رہے کہ انقلاب زمانہ کبھی ایک پہلو بچین سے نہ بیٹھا ہے نہ بیٹھ سکتا ہے

ع دور گردوں گر دو روزے بر مراد ما نگشت
دائماً یکساں نماند کار دوراں غم مخور

علماء کا درجہ

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ
یعنی اللہ تعالےٰ صاحبان ایمان و صاحبان علم کو کئی درجہ بلند فرماتے ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں۔ اقرب الناس من درجۃ النبوۃ اہل العلم والجہاد اما اہل العلم فدلوا الناس علیٰ ماجاءت بہ الرسل واما اہل الجہاد فجاہدوا باسیافہم علیٰ ماجاءت بہ الرسل۔ یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ درجہ نبوت کے قریب اہل علم (علماء) اور اہل جہاد (مجاہدین) ہیں، اہل علم فرائض رسالت کی تبلیغ کے لئے جہاد باللسان و جہاد بالقلم کرتے ہیں۔ اور اہل جہاد فرائض رسالت کے لئے جہاد بالسیف کرتے ہیں ع

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ یوزن یوم القیامۃ مداد العلماء بدم الشہداء یعنی قیامت کے دن علماء کی روشنائی اور شہیدوں کے خون کا باہم وزن ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ علماء کی تصانیف و رسائل واخبارات دینیہ کی تحریر و اشاعت میں جو روشنائی صرف ہوتی ہے اس کا درجہ مجاہدین شہیدوں کے خون کے برابر ہے۔ گو یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل اعمال میں اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے (منتخب کنز العمال و مجمع البحار)

تیسری جگہ حضورؐ کا فرمان ہے۔ یبعث اللہ تعالےٰ العباد یوم القیامۃ ثم یبعث العلماء ثم یقول یا معشر العلماء انی لم اضع علمی فیکم الا لعلمی بکم ولم اضع علمی فیکم لاعذبکم اذہبوا فقد غفرت لکم (کنز العمال واحیاء العلوم) یعنی اللہ تعالےٰ دن قیامت کے تمام بندوں کو اٹھائینگے

ع ابن تیمیہؒ نے تو مجاہدین بالسیف پر بھی مجاہدین بالعلم والقرآن کا مرتبہ افضل بتایا ہے (زاد المعاد ج۱)

پھر علماء کو خصوصیت سے طلب کریں گے اور فرمائیں گے اے علماء کی جماعت میں نے تم کو اپنا علم (دین و شریعت کا) اس کا اہل سمجھ کر دیا تھا پس اپنا علم دے کر اب تمھیں کوئی سزا نہ دونگا جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا

صحابہ کرام کے ارشادات عالیہ

قال ابن عباس خیّر سلیمان بن داؤد بین العلم و الملك و المال فاختار العلم فاعطی الملك و المال به۔ یعنی حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ خواہ علم لیں خواہ ملک و مال، آپ نے علم پسند کیا۔ جس نے ملک و مال تک بھی پہنچا دیا۔

وقال ابو الدرداء کُنْ عالماً او متعلماً او مستمعاً ولا تکن الرابع۔ یعنی زندگی تین صورتوں میں گذرے یا علم سکھانے میں یا علم سیکھنے میں یا علم دین و مسائل دین کے سننے میں اس کے سوا چوتھی صورت نہ ہو۔

ہر چند کہ ارشادات نبویہ و اقوال صحابہ اہل علم کی فضیلت و بشارت کے باب میں بہت کثرت سے وارد ہیں۔ لیکن اس جگہ بہ نظر اختصار چند اشارات پر کفایت کی گئی۔ مفصل دیکھنے کے لئے مفتاح السعادت للامام العلامہ المعروف بہ طاشی کبریٰ زادہ مطبوعہ حیدر آباد دکن کی جلد اوّل ملاحظہ کریں۔ اس جگہ دو شعر حق استاذ پر طلبہ کے عمل کے لئے لائق حفظ نقل ہیں ؎

رائیتُ احق الحق حق المعلم ۔۔۔ واوجبہٗ حفظاً علیٰ کل مسلم
لقد حقّ ان یھدیٰ الیہ کرامۃً ۔۔۔ لتعلیم حرف واحدٍ الف درھم

یعنی استاذ کا حق سب حقوق سے بڑھ کر ہے اور ہر مسلمان کو اس حق کا لحاظ ضروری ہے اور استاذ تو اس لائق ہے کہ ایک ایک حرف پر ہزاروں درم نذر کئے جاویں۔

اب احترام اساتذہ پر چند واقعات ملاحظہ ہوں :

اساتذہ کا احترام

علامہ شبلیؒ نے المامون میں ابن خلکان تذکرۂ فرّاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ خلیفہ مامون کے دو بچے فراء نحوی سے تعلیم پاتے تھے۔ ایک بار وہ کسی کام کے لئے مسند تدریس سے اٹھا، دونوں شہزادے دوڑے کہ جوتیاں سیدھی کر کے آگے رکھ دیں چونکہ دونوں ساتھ پہنچ گئے تھے۔ اس لئے پہلے تو جھگڑا ہوا پھر خود ہی طے کر کے ہر ایک نے ایک ایک جوتی سامنے لاکر رکھی۔ مامون نے ایک ایک چیز پر پرچہ نویس مقرر کر رکھے تھے۔ اس واقعہ کو بھی پرچہ نویسوں نے پہونچایا۔ مامون کو جب اطلاع ہوئی تو فراء بڑی شان سے دربار میں طلب ہوا۔ مامون نے فراء سے کہا کہ آج سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ فراء نے کہا امیرالمومنین۔ مامون نے کہا سب سے زیادہ معزز وہ ہے جس کی جوتیاں سیدھی کرنے پر امیرالمومنین کے لخت جگر آپس میں جھگڑا کریں۔ پھر خلیفہ مامون نے اہل دربار کو واقعہ سنایا اور استاذ و شاہزادگان کو علی قدر مراتب انعام دیا۔ اس واقعہ کو حافظ سخاوی نے فتح المغیث میں مفصل نقل فرمایا ہے۔

(۲) اسماعیل بلگرامی ایک طالب علم تھے جو عالم و فاضل ہونے کے باوجود ملّا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی کی خدمت میں سبق پڑھنے کی خواہش سے جاتے ہیں۔ ملّا صاحب نے عذر کیا کہ نئے سبق کی اب گنجائش نہیں ہے۔ مگر صرف سماع کر سکتے ہو چونکہ صرف سماع کی اجازت تھی اسلیئے میر اسماعیل صاحب ہمیشہ۔ سماع ہی کرتے تھے اور ایک حرف نہ بولتے تھے۔ مدتوں اسی طرح حال رہا۔ آخر ایک دن ملّا صاحب نے خود کہا کہ تم نے کبھی کوئی بات دریافت نہ کی جواب دیا کہ حضور نے میرا منصب صرف "سماع" قرار دیا تھا اگر الگ وقت

مجھے ملے تو عرض کروں ۔

عصر اور مغرب کے درمیان وقت مقرر ہوا ۔ ایک بحث ایسی آن پڑی کہ عصر سے مغرب تک اور پھر مغرب سے عشاء تک اور پھر دوسرے روز دن بھر اور پھر اس کے بعد تک ۔۔ تیسرے روز بھی سارا دن اسمیں صرف ہوگیا ۔ مگر مسئلہ حل نہ ہوا ۔ آخر ملا صاحب کے دریافت پر میر اسماعیل نے ایک قلمی حاشیہ پیش کیا ۔ جسے دیکھ کر ملا صاحب بہت محظوظ ہوئے اور اس کی تحسین کی (مآثر الکرام ص۲۲۴) .... میر اسماعیل صاحب کا احترام استاذ ملاحظہ ہو اور زمانۂ حال کے طلباء پر نظر ڈالیں ۔

(۳) محدث سفیان بن عیینہ رح فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد کی نصیحت تھی کہ اپنے اساتذہ کی خدمت و اطاعت کو واجب سمجھو اسلیئے میں اساتذہ کی خدمت میں مشہور تھا میرے والد کا مقولہ تھا ۔ لن یسعد بالعلماء الا من اطاعھم فاطاعھم تسعد واخدمھم تقتبس من علمھم (تہذیب الاسماء جلد اول ص۲۲۵)

یعنی علماء واساتذہ سے وہی فیض اٹھائیگا جو ان کی خدمت کرے گا ۔

(۴) خلیفہ ہارون رشید نے شہزادہ مامون کی تعلیم کے لئے یزیدی جیسے مجتہدِ فن کو مقرر کیا تھا ۔ ایک دن یزیدی حسب معمول آیا مامون اس وقت محل میں تھا ۔ خدام نے یزیدی کے آنے کی اطلاع کی مگر کسی وجہ سے مامون کو کچھ دیر ہوگئی ۔ مامون جب باہر آیا تو یزیدی نے چھ سات بید رسید کیا ۔ اتنے میں خادموں نے وزیر سلطنت جعفر بن یحیٰی برمکی کے آنے کی اطلاع کی ۔ مامون فوراً آنسو پونچھ کر فرش پر بیٹھ گیا اور حکم دیا ، اچھا آنے دو " جعفر حاضر ہوتا ہے اور دیر تک باتیں کرکے واپس جاتا ہے ۔ یزیدی نے پوچھا کہ صاحبزادہ کچھ میری شکایت تو نہیں کیگئی ؟ تو مامون نے سعادتمندی کے لہجہ میں کہا ۔ استغفر اللہ ۔ میں اپنے والد ماجد ہارون رشید سے

تو کہنے کا انہیں جعفر سے کیا کہوں گا؟ کیا میں نہیں سمجھتا کہ ادب و تعلیم سے مجھے کس قدر فائدے پہونچیں گے (تاریخ الخلفاء ص۲۶۳) اس واقعہ کو حافظ ذہبی اور علامہ یافعی نے بھی تذکرہ اور مرآۃ الجنان میں قلم بند فرمایا ہے۔

(۵) شیخ صفی الدین جو اپنے وقت کے امام گذرے ہیں۔ ان کا واقعہ ہے کہ ایک بار ان کے استاد نے کہا کہ بھائی کہیں سے مولی جا کر لاؤ۔ مولی کا موسم نہیں تھا اور رات کا وقت تھا۔ لیکن بلا عذر شیخ موصوف اٹھ پڑے اور عرض کیا کہ تلاش کرنے جاتا ہوں۔ چنانچہ خیر آباد میں (جہاں تعلیم پاتے تھے) گلی گلی تلاش کیا۔ ہر ایک محلہ میں تلاش کیا۔ مگر اہل محلہ دروازہ بند کر کے سوتے تھے۔ ایسے وقت میں کسی سے دریافت کرنے کا موقع ہی نہ تھا۔ اپنی ناکامی و حیرانی پر دل گرفتہ ہو کر رونے لگے۔ یکایک محلہ کا ایک آدمی بیدار ہو کر آیا اور اس نے رونے کا حال پوچھا۔ انھوں نے حکم استاد اور مولی کی تلاش کا قصہ کہہ سنایا۔ اس نے کہا بے موسم مولی کہاں ملے گی؛ اتنے میں دو آدمی محلہ کے اور آگئے اس میں ایک عورت نے مولی کا پتہ بتایا۔ سب لوگ معہ شیخ موصوف کے صاحب خانہ کے پاس گئے اور دروازہ کھٹکھٹا کر بیدار کیا۔ مولی طلب کرنے پر اس نے دو عدد مولیاں اکھاڑ کر دھو کر شیخ صفی کے حوالے کیا۔ ان کے استاد اس حسن خدمت پر بے حد خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔ سچ ہے ؎

ھر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ھر کہ خود را دید او محروم شد

(۶) امام زہری جو فن حدیث کے مدوّن اول ہیں۔ وہ اپنے استاد کی بے انتہا خدمت کرتے درس حدیث سے پہلے اپنے استاذ کا ایک باغ سینچتے اور کنوئیں سے ڈول بھر بھر کر نکالتے اور یہ عمل روزانہ کرتے (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ذکر شیخ سعید اللہ)

(۷) ۔ تاریخ فرشتہ کے حوالہ سے نزہۃ الخواطر میں منقول ہے کہ مولانا عضدالدین دہلوی محمد شاہ تغلق کے منطق وفلسفہ میں استاذ تھے ۔ بادشاہ ان کی بڑی قدردانی کرتا ۔ ایک بار چار کروڑ روپیہ اپنے استاد کی نذر کیا ۔ (نزہۃ ص ۷۹)

(۸) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ باوجود اختلاف رائے کے امام ابوحنیفہ رح کی بے حد تعظیم فرماتے ایک شخص نے امام کے بارہ میں کچھ گستاخانہ سوال کیا آپ نے اسکو سرزنش فرمائی (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص ۲۱۹)

(۹) امام ابوحنیفہؒ احترام اساتذہ میں خود بھی بے نظیر تھے ۔ فرماتے ہیں میری عمر گذر گئی لیکن اس مدت میں میں نے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جسمیں والدین کے ساتھ اساتذہ کیلئے دعا نہ کی ہو ۔ (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص ۲۱۸)

(۱۰) امام احمد بن حنبلؒ بھی اپنے شیخ امام شافعیؒ کیلئے ہمیشہ دعائیں فرماتے ۔ (تہذیب الاسماء جلد اول ص ۶۱ و تذکرۃ الحفاظ جلد ثانی و فتح المغیث)

علماء سلف کا احترام

قدردان بادشاہوں نے علماء کا جو رتبہ سمجھا تھا ۔ ان کو واقعات ذیل سے معلوم کیجئے :۔

(۱) امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ ایک بار ہارون رشید نے مجھ سے کہا بَيِّنْ لَنَا عَنْ نَفْسِكَ فَبَيَّنْتُ حَتّٰى الْحَقْتُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالطِّيْنِ یعنی ہارون رشید نے مجھ سے کہا کہ تم اپنا نسب نامہ بیان کرو ۔ میں نے اپنا نسب مسلسل شروع کیا ۔ حتیٰ کہ آدم علیہ السلام سے جا ملایا ۔ ان سب حضرات کا تبحر و کمال سلاطین و ذی رتبہ امیروں کی قدردانیوں اور عام عزت افزائیوں کا مرہون منت ہے ۔

(۲) مولانا عبدالرحمٰن جامی (شرح جامی والے) ایک بار حج کو تشریف لے گئے

تو سلطان روم "محمد فاتح"، کو معلوم ہوا کہ مولٰنا جامی حج کیلئے آئے ہیں اور آجکل ملک شام کی سیاحت کر رہے ہیں تو خواجہ عطاء اللہ کرمانی کے ہمراہ پانچ ہزار اشرفیاں نقد روانہ کیں۔ اور آئندہ ایک لاکھ روپیہ ارسال کرنیکا وعدہ کیا۔ اور یہ پیغام بھیجا کہ اگر چند روز کے لئے قسطنطنیہ تشریف لاکر ہم آرزومندوں کو مشرف فرمائیں تو نوازش بزرگانہ ہے۔ یہ سفیر دمشق تک پہونچ چکا تھا۔ مولٰنا کو حلب میں اس کی خبر لگی تو مولانا فوراً وہاں سے تبریز کو چل پڑے کہ کہیں وہ لوگ نہ آجاویں۔ اور قسطنطنیہ چلنے پر مجبور کریں۔ اب سلطان حسن بیگ والیٔ تبریز کو مولٰنا کی آمد کی خبر ملی تو تین ہزار سوار اور امراء اور شاہزادوں کو ساتھ لے کر مولٰنا کے لینے کے لئے روانہ ہوا۔ بہت اکرام واحترام کیساتھ قلعہ میں لاکر ٹھیرایا اور طرح طرح کے شاہانہ تحائف دیئے۔ (حیات جامی ص ۳۱ مؤلفہ مولٰنا اسلم جیراج پوری)

(۳) تیمور لنگ اور علامہ تفتازانی کا بھی یہ واقعہ قابل ذکر ہے۔ کہ ایک بار تیمور لنگ نے کسی اہم کام پر چند سواروں کو بھیجا اور کوتل گھوڑوں کی ضرورت کا یہ انتظام بنایا کہ جہاں جہاں جو تازہ دم گھوڑے مل جاویں اس کو تم اپنی سواری میں زبردستی[ؔ] لے لینا۔ چنانچہ وہ سپاہی منزل بہ منزل ایک مقام پر آئے۔ یہاں علامہ تفتازانی کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ علامہ کے غلاموں نے یہ زبردستی دیکھ کر علامہ کو خبر کی علامہ نے کہا خوب اچھی طرح پیٹو ہرگز نہ لے جانے دو۔ چنانچہ یہ سپاہی تیمور کے پاس اپنی شکایت لے گئے۔ تیمور نے کہا۔ میں ایسے شخص کے احترام پر مجبور ہوں۔ جس کا یہ حال ہے مشرق و مغرب میں جہاں جہاں میرے فتوحات بڑھے وہاں وہاں اس کی تصانیف پہلے سے پہونچی ہوئی تھیں (تاریخ المشاہیر مؤلفہ قاضی صاحب پٹیالوی ص ۲)

ؔ دور خلافت راشدہ میں بیگار پکڑنے کی سخت ممانعت تھی ایک بار سرکاری ڈاک کا گھوڑا تھک گیا تھا تو عمال نے کسی کا گھوڑا بیگار میں پکڑا حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اطلاع ہوئی تو عامل کو سخت

(۴) ملا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹیؒ شاہجہاں بادشاہ کے زمانہ میں تھے جب دربار شاہی میں جاتے۔ لاتعداد اشرفیوں کا انعام لے کر واپس آتے دو مرتبہ شاہجہاں نے ملا صاحب کو سونے سے وزن کرایا ہے۔ اور جتنا سونا وزن میں آیا سب عطا کر دیا۔ ایک بار شاہجہاں نے گرانقدر جواہرات سے آپ کا وزن کرایا اور بہت سے مواضع بلا محصول انعام کے طور پر دیئے۔ (مآثر الکرام جلد اول ص۲۰۵)

(۵) سلطان محمد تغلق نے مولنا معین الدین عمرانی دہلوی کو ولایت فارس میں قاضی عضد یحییٰ کے پاس بھیجا اور عرض کرائی کہ آپ ہندوستان تشریف لے چلیں اور متن "مواقف" کو سلطان محمد کے نام سے منسوب فرمائیں سلطان ابو اسحاق والی شیراز کو جب معلوم ہوا تو دوڑا ہوا آیا اور اپنی فارسی زبان میں کہا "تحت و سلطنت بہ شما تسلیم می کنم و بہر خدمتے کہ باید بہ تقدیم می رسانم"۔ کہا کہ یہ سلطنت حاضر ہے اسے قبول فرمائیے اور ہر خدمت بجالانے کیلئے حاضر ہوں۔ مگر۔۔۔ للہ آپ یہاں سے نہ جائیے (مآثر الکرام ج ا ص۱۸۹)

ذوق علم و مطالعہ

(۱) علامہ سید رشید رضا صاحب تفسیر المنار اپنے وطن میں تعلیم پا کر فارغ التحصیل ہو چکے تو آپ کو سید جمال الدین مرحوم کے رسالہ "العروۃ الوثقیٰ" کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ رشید رضا نے فوراً عزم بالجزم کر لیا کہ اپنی زندگی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت پر وقف کر دیں گے۔ رشید رضا نے اپنی عقیدت کے پیام سید جمال الدین کو بھیجے مگر جواب دینے سے پہلے ہی وہ فوت ہو گئے اب ان کے شاگرد شیخ محمد عبدہ مصری موجود تھے رشید رضا نے طے کر لیا کہ مصر جائیں گے اور محمد عبدہ کی صحبت اختیار کریں گے۔ شادی ہو چکی تھی۔ بیوی سے اپنا ارادہ ظاہر کیا وہ سفر کے لئے راضی نہ ہوئی اور لو العزم . . . .

لوگوں نے کبھی بیوی بچوں کی پرواہ نہیں کی۔ رشید رضا نے بیوی کو طلاق دی اور مصر محمد عبدہ کی خدمت میں روانہ ہوگئے۔ (سفینہ دار ہند کلکتہ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۵ء) دیکھیئے! فارغ التحصیل ہوگئے ہیں۔ سید جمال الدین کا انتقال بھی ہوگیا ہے۔ بیوی بھی سفر پر راضی نہیں ہے لیکن بایں ہمہ عوائق تحصیل علم کے لئے وہ دوبارہ تیار ہوکر مصر پہنچ ہی جاتے ہیں۔ ہمارے ہندوستان میں مدرسوں کے اکثر طالب علم شادی شدہ ہوتے ہیں اور یہ شادی شدہ طلباء اپنے خانہ داری کے بار کی وجہ سے تعلیم مکمل حاصل کرنے سے مجبور رہیں۔ فانہم آنہا

(۲) امام ابن شہاب زہری المتوفی ۱۲۴ھ بہت بڑے تابعی ہیں۔ امام مالک، سفیان ثوری وغیرہ ان کے شاگرد ہیں امام موصوف کے مطالعہ کا یہ حال تھا کہ جب اپنے گھر میں کتب بینی کے لئے بیٹھ جاتے تو وہ ایسے مصروف ہوجاتے کہ ان کو کسی چیز کی کچھ خبر نہ رہجاتی۔ ایک دن ان کی بیوی نے تنگ آکر کہہ دیا، خدا کی قسم یہ کتابیں مجھ پر تین سو کنوں سے بھی زیادہ بھاری ہیں (ابن خلکان جلد اول ص۹۰ و تذکرۃ الحفاظ جلد اول)

(۳) امام احمد بن محمد کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ بہت مالدار اور کثیر الصدقہ تھے۔ حج کے راستوں میں ان کے اوقاف تھے اور شکر کا کارخانہ ان کے پاس تھا۔ باوجود اس ثروت و دولت مندی کے ایسے زبردست اہل علم کہ امام ابن تیمیہؒ سے ان کے مناظرے ہوتے، علامہ ابن تیمیہؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں کہ شافعیہ کے مسائل ان کی داڑھی کے بال بال کو معلوم ہیں۔ ابن دقیق العید بہت مدح کرتے۔ باوجود دولت وکثرت معلومات کے مطالعہ کا جو عالم تھا اس کو حافظ ابن حجرؒ کے لفظوں میں سنیئے۔ کان مُکبّاً علی الاشتغال حتی عرض لہ وجع اطفأ لی

بحیث اذا کان الثوب اذا لمس جسمہ المہ و مع ذالک ھمہ کتاب ینظر الیہ. وربما انکب علیٰ وجھہ وھو یطالع (درر کامنہ ۲۸۹)
یعنی رات دن کے کثرت مطالعہ سے وجع المفاصل کی ایسی تکلیف ہوگئی تھی کہ جسم پر کپڑا چھو جانے سے بھی تکلیف ہوتی تھی. لیکن با ایں ہمہ مطالعہ میں کتاب رہتی تھی۔ جس کو دیکھتے دیکھتے کبھی کبھی اوندھے مونہہ چہرہ کے بل گر پڑتے۔

یہ تھا اسلاف کا ذوق مطالعہ۔ اور ہماری بے مائگی کا حال اسی کمی کی بنا پر ہے

(۴) امام رازی کا علماء اسلام میں جو رتبہ ہے وہ اسی سے ظاہر ہے. کہ سینکڑوں برس گذرتے پر بھی عربی درسگاہوں کے در و دیوار سے امام رازی کی صدا آرہی ہے یہ وہی امام ہیں جن کو کھانے کے وقت علمی شغل و کتب بینی کا موقعہ فوت ہونے پر افسوس ہوتا تھا۔ فرماتے۔ واللہ انی لاتاسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم وقت الاکل فان الوقت والزمان عزیز (عیون الانباء جلد ۲ ص ۲۳)

معلوم ہوا کہ مطالعہ چھوڑ کر کھانا کھانے میں جو وقت خرچ ہوتا تھا اس پر امام کو تاسف ہوتا تھا۔ اور آج جس قدر وقت ہمارے طلباء ضائع کرتے ہیں ویسے ہی وقت انکو ضائع کر رہا ہے۔

(۵) مولانا بحر العلوم کا ذوق مطالعہ دیکھئے۔ رات کو کتابوں کے مطالعہ کی عادت تھی۔ ایک بڑا فتیلہ سوز سامنے روشن رہتا تھا۔ جس میں اس انداز سے تیل ڈالا جاتا تھا کہ فتیلہ کی خاموشی اختتام شب کی خبر دے۔ ایک شام مولانا کو ایک نئی کتاب ملی۔ اسکو سرسری طور سے دیکھنے کیلئے

ایک چراغ کے سامنے جاکر کھڑے ہوگئے۔ کتاب کے مضامین سے کچھ ایسی محویت طاری ہوئی کہ جب تک چراغ کی خاموشی نے اختتام شب کی خبر نہ دی۔ مولانا کو خاتمہ شب کی خبر نہ ہوئی (الندوہ ماہ مئی ۱۹۰۸ء)

ذوق ضبط وحفظ

(۱) علامہ محمد مجدالدین فیروزآبادی جس پایہ کے شخص تھے وہ ان کی تصنیف "قاموس" سے ظاہر ہے۔ تیمور لنگ جب علامہ سے ملتا تو نہایت تعظیم سے پیش آتا۔ لیکن یہ بلند پایہ بلاکوشش مطالعہ ان کو نہ حاصل ہوا تھا۔ خود آپ کا بیان ہے کہ ہر روز میں جب تک دو سو سطریں نہ حفظ کر لیتا رات کو آرام نہ لیتا۔ یہ شوق سفر میں بھی قائم رہتا (ابن خلکان جلد ا صفحہ ۳۳۲)

(۲) امام احمد بن ابراہیم کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ وکان ذکیا یحفظ اربع مائۃ سطر فی یوم واحد وھو ابن ثلثین سنۃ۔ یعنی تیس برس کی عمر میں حفظ عبارت کا یہ عالم تھا کہ چار سو سطر روزانہ ازبر کر لیتے۔ (درر کامنہ جلد اول صفحہ ۵۳)

(۳) اور امام احمد بن حسین کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ روزانہ تین سو سطریں اپنے سبق کی حفظ کر لیتے تھے (درر کامنہ صفحہ ۱۱۹ جلد اول)

(۴) ایک امام کے متعلق ابن حجر رح نے لکھا ہے کہ ان کے ضبط و حفظ کا کمال یہ تھا کہ اشعار و حکایات کے سننے کے ساتھ ہی اس کے کل حروف واعداد بتا دیتے تھے۔ اور کبھی یہ شمار غلط نہ نکلتا (درر کامنہ ج اول صفحہ ۱۹۵)

(۵) علامہ شعبی کا کمال ضبط و حفظ مسائل ملاحظہ ہو ایک بار ان سے ایک عورت نے صرف اتنا کہا کہ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ لوگ مجھے ایک ہی دینار کا وارث بناتے ہیں، آپ نے ذکور اور

اناث کی تعداد معلوم کیے بغیر خود ہی فرمایا کہ متوفی کی دو بیٹیاں ہوں گی، چار سو ان کے ہو گئے۔ ماں کو چھٹا حصہ یعنی سو دینار ملے۔ بیوی کو آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار ملے بارہ بھائی ہوں گے۔ چوبیس ان کو ملے۔ باقی ایک بچا وہ تیرا ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

(۶) امام زہری کے متعلق منقول ہے۔ کہ بعض خلفاء نے ابن شہاب زہری کو بلوا کر چار سو حدیثیں لکھوائیں۔ ایک مدت کے بعد خلیفہ نے پھر امام زہری کو بلوایا کہ وہ رسالہ گم ہو گیا ہے پھر سے لکھوا دیجئے۔ تو امام نے لکھوا دیا۔ تو اول رسالہ سے اس کا مقابلہ کیا تو ایک حرف تک کی کمی بیشی نہ تھی۔ (ملاحظہ ہو ترجمہ زہری فی تہذیب التہذیب تذکرۃ الحفاظ ج۱)

نوٹ: صحابہ کرام و تابعین و محدثین کے ضبط و حفظ کا کارنامہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے جسے میں نے صیانۃ الحدیث میں جمع کر دیا ہے۔

بارہ سبق روزانہ مطالعہ کیساتھ پڑھنا

(۱) مولانا سیالکوٹیؒ۔ امام نووی کے ذکر میں لکھتے ہیں۔ کہ شارح مسلم امام نووی شب و روز مطالعہ میں رہتے۔ کیونکہ مختلف علوم میں مختلف استادوں سے ہر روز بارہ بارہ سبق پڑھتے تھے۔ آج کل اگر کوئی اتنی محنت کرے تو لوگ کہنے لگتے ہیں کہ پاگل ہو جاؤ گے۔ پھر لطف یہ کہ امام نووی نے بایں ہمہ محنت شاقہ کبھی کوئی پھل نہیں کھایا حالانکہ دمشق کے باشندوں کا زیادہ تر گذارا میوہ جات ہی پر ہے۔ نہ کبھی برف کا استعمال فرمایا۔ دن رات میں صرف ایک بار نماز عشاء کے بعد کھانا کھاتے (احکام المرام مولفہ میر سیالکوٹیؒ)

اس طلب صحیح وسعی کامل کا یہ لازمی نتیجہ ہوا کہ مسلم شریف کی عمدہ و مشہور ترین شرح رہتی دنیا تک یادگار چھوڑ گئے۔ اپنی اسی شرح کی بابت فرماتے ہیں۔
لولا ضعف الھمۃ وقلۃ الراغبین لبسطت فبلغت بہا مایزید علی مائۃ مجلدات۔ اگر لوگوں کی ہمتیں کوتاہ نہ ہوتیں اور علم کے راغب کم نہ ہوگئے ہوتے تو میں اس شرح کو مبسوط کر کے لکھتا جو سو جلدوں پر جا کر ختم ہوتی (مقدمہ نووی شرح مسلم)

ٹوٹے ہوئے جہاز میں بلا اضطراب مطالعہ

سفرنامہ شبلیؒ میں ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ مسٹر آرنلڈ جو علامہ شبلیؒ و علامہ اقبالؒ کے استاد ہیں۔ مسٹر موصوف علی گڈھ میں فلسفہ کے پروفیسر تھے ان کے وطن تشریف لے جانے کے موقعہ پر شبلیؒ بھی ساتھ گئے۔ بمبئی میں جہاز پر سوار ہوئے جب جہاز عدن پہونچ کر آگے روانہ ہوا۔ تو دس مئی کو جہاز کا انجن ٹوٹ گیا۔ جہاز کے ملازمین اور کپتان سب گھبرائے گھبرائے تدبیریں کرتے تھے۔ انجن بالکل بیکار ہو چکا تھا۔ جہاز سست رفتار ہو گیا شبلیؒ فرماتے ہیں کہ عین اسی حالت میں میں نصید اضطراب دوڑا ہوا مسٹر موصوف کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ وہ نہایت اطمینان سے کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے بولے کہ ہاں انجن ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے کہا ایسی حالت میں یہ کتاب دیکھنے کا موقعہ ہے ؟ فرمایا جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہے تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے (سفرنامہ شبلیؒ ص ۱۶)

(۳) دنیا کے ہر تماشہ سے بے نیازی اور ذوق مطالعہ

امام مالکؒ کی خدمت میں بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ کسی نے باہر سے آکر کہا کہ ہاتھی آیا۔ چونکہ عرب میں ہاتھی نہیں ہوتا۔ اس لئے سب آدمی ہاتھی دیکھنے کے واسطے باہر چلے گئے۔ یحیٰی بن یحیٰی اندلسی بیٹھے کتاب دیکھتے رہے۔ امام مالک نے پوچھا کہ ہاتھی تو اندلس میں بھی نہیں ہوتا۔ کہا جناب! میں مغرب سے چل کر یہاں تک اس لئے آیا ہوں۔ کہ جناب کے فیوض سے استفادہ کروں۔ اس لئے نہیں آیا کہ ایسے بابرکت شغل کو چھوڑ کر گلی کوچوں میں ہاتھی دیکھتا پھروں۔ (تاریخ المشاہیر ص۱۲)

(۴) تنگدستی و مفلسی اور امام شافعیؒ

سلیمان بن ربیع کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے شمار کیا۔ کہ امام شافعی سے استفادہ علم کرنے والے اصحاب کتنے ہیں تو معلوم ہوا کہ تو سو سواریاں اہل علم کی موجود تھیں یہ وہی امام ہیں جنھوں نے طالب علمی کا زمانہ نہایت تنگدستی سے بسر کیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ علم کا مزہ اسکو آتا ہے جس نے تنگدستی میں علم سیکھا ہو۔ فرمایا زمانہ طالب علمی میں میری یہ حالت تھی کہ مجھے ضروری نوٹ کیلئے کاغذ بہ مشکل دستیاب ہوا کرتا۔

تہذیب الاسماء للنووی کے الفاظ ہیں نشأ الشافعیؒ یتیماً فی حجر امہ فی قلة من العیش وضیق حال (تہذیب الاسماء جلد اول ص۴۶ و تاریخ المشاہیر ص۱۵)

(۵) مزدوری کے تیل سے مطالعہ

علامہ ابو حامد الاسفرائنی جو ایک مشہور فاضل و مناظر گذرے ہیں۔ ان کی ابتدائی تعلیم نہایت فقر و فاقہ سے گذری ہے

ایک شخص کے گھر کی پاسبانی کرتے تھے اور پاسبانوں کو جو تیل ملتا تھا۔ اس کو جلا کر مطالعہ کرتے تھے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سات سات سو فقیہ انکی مجلس درس میں سبق پڑھنے کو حاضر ہوتے رہے۔ (الفلاکۃ والمفلوکون ص۱۲۴)

(۶) قاضی ابوالولید باجی۔ جن کا ذکر حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں کئی جگہ ۔۔۔ کیا ہے ۱۳ سال تک آپ نے تعلیم حاصل کی اور مزدوری کرکے پیٹ کا سامان کرتے اندلس میں زرکوبی کرتے۔ لغداد میں دیباتی الدیباج المذہب میں آپ کا حال ہے (جو بنارس مدن پورہ کے کتب خانہ میں موجود ہے)۔

گھر کے خطوط سے بے نیاز رہکر علم ومطالعہ

(۷) **شیخ احمد بن یحییٰ منیری** جو صاحب المقامات والکرامات بزرگ گذرے ہیں آپ کا شمار مشاہیر اولیاء اللہ میں ہے۔ ان کی عمر شریف ایک سو بیس برس کی تھی۔ ان کے شوق علم کا یہ عالم تھا کہ صاحب نزہۃ علامہ سید عبدالحی لکھتے ہیں کہ یہ بزرگ زمانہ تعلیم میں والدین اور اقارب کی طرف سے آئے ہوئے خطوط کا مطالعہ نہیں کرتے کہ کسی وحشتناک خبر سے دل کو دوسری پریشانی نہ لاحق ہو اور یکسوئی میرے مطالعہ کی جاتی رہے (نزہۃ الخواطر ص۹ حصہ اول مطبوعہ حیدر آباد دکن)

(۸) **دجلہ کا پانی اور خشک روٹی** حجاج بن شاعر جو خلیفہ مامون کے عہد میں ترجمہ کے کام پر مامور تھے ان کا تعلیمی زمانہ اس طرح ناگوار اور خشک گذرا ہے کہ خود

فرماتے ہیں کہ سو روز تک متواتر ایک روٹی دجلہ کے پانی سے بھگولاتا اور پیٹ بھرتا (تذکرۃ الحفاظ جلد ثانی صفہ ۱۳۰)

(۹) بھوک اور سورۂ یٰسین

حافظ محمد داؤد ایک محدث گذرے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایام طالب علمی میں جب مجھے بھوک معلوم ہوتی تو آسودگی کی نیت سے سورہ یٰسین پڑھ لیتا تھا (تذکرۃ الحفاظ جلد سوم صفہ ۹۶)

(۱۰) کچے شلغم کھاکر گذارہ کرنا

اخفش جو لغت وادب کے امام گذرے ہیں ان کے ایام تعلیم بڑے تنگدستی سے گذرے ہیں۔ خود فرماتے ہیں بارہا کچے شلغم کھاکر پیٹ بھرنا پڑا (الفلاکتہ والمفلوکون صفہ ۶۵)

(۱۱) بلا ستو ونمک کے طالب علمی

امام ابو یوسف کے بچپن میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا ماں بے چاری چرخہ کاتنے لگیں۔ ان کی والدہ نے ان کو ایک دھوبی کے سپرد کر دیا کہ اس کی مزدوری سے کام چلے۔ اب امام صاحبؒ روزانہ دھوبی کیساتھ گھاٹ پر جاتے مگر ان کا دل وہاں پر نہیں لگتا تھا ایک دن الجھن میں آکر امام ابو حنیفہؒ کی درسگاہ تک پہونچ گئے۔ رفتہ رفتہ امام صاحب کی مجلس میں آنے جانے لگے اور دھوبی کے پاس جانے میں غفلت ہونے لگی دھوبی نے شکایت کی۔ چنانچہ ان کی ماں نے امام ابو یوسف کو امام ابو حنیفہؒ کی درسگاہ سے کئی بار خود گھسیٹ کر نکالا۔ مزدوری کے پیسے بھی اب ملنے بند ہوگئے۔ دو یوم تک پانی پی پی کر دن گذارتے۔ ستو تک نہ پاتے کہ اس سے شکم سیری کریں۔ پڑھنے لکھنے کے لئے کاغذ تک نہ ملتا۔ مگر باایں ہمہ شوق علم نے ان کو ایک امام ہمام کا درجہ عطا کیا (لکھنؤی مقدمہ شرح الوقایہ وکنزانی مقدمہ ہدایہ) حافظ سخاویؒ نے آپ کی طالب علمی کے دور

غربت وعسرت کا تذکرہ فرمایا ہے (فتح المغیث)

(۱۲) روکھی سوکھی روٹی کھانیوالے طالب علم

مولٰینا محمد قاسم صاحب نانوتوی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل کے جس مرتبہ پر ہیں۔ اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھوں نے آپ کی تصنیف "قبلہ نما" بغور دیکھی ہو۔ آپ کے ایام طالب علمی جس فقر وفاقہ اور عسرت سے گذرے ہیں۔ اس کا اندازہ آپ کی سوانح کے ان چند کلمات سے کیجئے۔ مولوی صاحب کو ٹھے پر ایک جھلنگا (ٹوٹی ہوئی چارپائی) پڑا تھا اس پر پڑے رہتے روٹی کبھی پکا لیتے تھے اور کئی کئی وقت تک اسی کو کھاتے تھے اور وہی روکھا سوکھا ٹکڑا چبا کر پڑے رہتے۔ (دیکھو سوانحمری مطبوعہ دہلی کا ص۸)

(۱۳) مولانا امرتسری مرحوم کی طالب علمانہ عسرت وغربت

حجۃ الاسلام ابوالفضل والمکارم مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رح کے رتبہ جلیلہ سے شاید ہی کوئی ناواقف رہ گیا ہے۔ یہ وہی طالب علم ہیں جنھوں نے اپنا حال خود بیان کیا ہے کہ حالت یتیمی میں چودہ برس کے گذر جانے کے بعد ہم نے ابتدائی کتابیں فارسی وغیرہ کی پڑھیں "رفوگری" کی اجرت سے خرچ چلتا تھا۔ جیسے ایام تعلیم میں ضروریات وتنگی معیشت سے خود ہی انجام دینا پڑتا (نور توحید سوانح ثنائیہ ص۳۹) فرماتے ہیں کہ جب حضرت میاں صاحب رح کی خدمت میں تعلیم کیلئے حاضر ہوگیا تو اسٹیشن پر ایک جوتی گم ہوگئی۔ صرف ایک جوتی کو بیکار سمجھ کر پھینک دینے کا خیال ہوا لیکن ایک لفال کے کہنے پر اسے رکھ لیا۔ اسی ایک جوتی کو پہنتا رہا۔ عرصہ تک دوسرے پاؤں کے لئے جوتی کا بندولبست نہ

ہو سکا (محدث ماہ جنوری ۱۹۳۹ء کا صل)۔

اس طالب علم کو جسے ایک جوتی میسر نہ ہوئی تھی۔ علم و فضل کی بدولت آفتاب کی طرح شہرت اور لاکھوں روپیہ کی حیثیت حاصل ہوئی۔

(۱۴) ایک لباس پر مجبور رہنے والے طالب علم

خواجہ زادہ جن کی ایک بڑی عارفانہ تفسیر "بیضاوی" کے حل پر ہے۔ انکی ابتدائی تعلیم کے ایام نہایت تنگ دستی سے بسر ہوئے۔ حالانکہ ان کے والد ماجد مالدار آدمی تھے۔ مگر وہ تعلیم دلانا نہیں چاہتے تھے۔ خواجہ اپنی ضد سے پڑھتے باپ نے انکو اپنی نظر سے گرا دیا۔ اور باقی لڑکوں میں غلام اور دولت تقسیم کر دیا۔ جس کی وجہ سے انکو ایک ستر پوش پیوند در پیوند کرنے کے سوا دوسرا میسر نہیں ہوتا۔ نہ روپیہ ملتا کہ کتاب ہی خریدتے۔ پھٹے پرانے کاغذ پر اپنے ہاتھ سے اساتذہ کی تقریر لکھتے۔

لیکن تحصیل علوم کے بعد ایک زمانہ آتا ہے کہ آپ "سلطان محمد خاں" کے استاد خاص مقرر ہوتے ہیں۔ اور "قضاء عسکر" کے عہدۂ جلیلہ سے بھی سرفراز کئے جاتے ہیں۔ ان کے والد ماجد متواتر خبر پاکر ملنے آتے ہیں۔ خواجہ زادہ نے جب ان کے آمد کی خبر پائی تو استقبال کے لئے مع خدم وحشم اور علماء وامراء وفضلاء کے باہر نکلے۔ ان کے والد نے ان کی یہ شان وشوکت دیکھ کر کہا۔ "بیٹا معاف کرنا۔ میں نے روپیہ تم پر بیکار سمجھ کر خرچ نہیں کیا۔ اور تجھ سے بے توجہی برتی تھی معاف کرنا"

خواجہ زادہ نے جواب دیا۔ ابا جان! اگر مجھے برابر روپیہ دیتے تو میں اس رتبہ کو نہ پہونچتا۔ بلکہ عیش وعشرت اور پر تکلف خورد ونوش کی فکر دامنگیر

ہو جاتی (فوائد بہیہ مولانا عبد الحی فرنگی محلی)

(۱۵) ہزار اشرفی اور باجمال عورت کو ٹھکرا دینے والے طالب علم

حافظ ابو نصر کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان کے پاس ایک عورت ہزار اشرفی کی تھیلی لے کر آئی اور کہا آپ اسے قبول کریں۔ پوچھا اس سے مقصد کیا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ سے نکاح کر لیجئے تاکہ میں آپ کے پاس رہ کر آپ کی خدمت کروں۔ آپ نے فرمایا واپس جاؤ۔ میں خراسان سے صرف علم طلب کرنے کے لئے نکلا ہوں۔ اگر میں نکاح کر لوں تو مجھ سے طالب علم کا خطاب چھن جائے گا (تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۳۱۶)

(۱۶) اپنے حافظہ کی خاطر مدت العمر برف نہ پینے والے طالب علم

امام ابو بکر انباری اگرچہ مالدار تھے۔ مگر خود ہی اپنے ثروت سے لاپروا تھے۔ آپ نے نکاح بھی نہیں کیا۔ قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ صرف لغت قرآن کریم کے استشہاد میں ان کو تین لاکھ اشعار زبانی یاد تھے۔ زبانی لکچر دیتے تھے آپ نے برف کا استعمال کبھی نہیں کیا۔ کہا کرتے تھے کہ تر چیزیں حافظ کے لئے مضر ہوتی ہیں (بغیۃ الوعاۃ و مرآۃ الجنان للیافعی ج)

(۱۷) ہر سبق کو سو بار بالالتزام تکرار کرنیوالے طالب علم

علامہ ابو اسحاق شیرازی کا معمول تھا کہ اپنے اساتذہ سے روز جو کچھ حاصل کرتے تھے اس کو گھر جا کے بلاناغہ روزمرہ سو بار تکرار کر کے حفظ تک پہنچا دیتے آپ نظامیہ بغداد کے صدر مدرس اور مشہور کتاب مہذب کے مصنف ہیں جس پر چودہ برس کا زمانہ آپ نے صرف کیا (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص ۱۷۳)

آخر یہ بزرگ اپنی اس محنتِ شاقہ کی وجہ سے ایسے نامور و شہیر خلائق ہوئے کہ لوگ حسن عقیدت سے خچر کے پاؤں کی خاک شوق سے اٹھاتے۔ اور سوار ہو کر جب سفر میں نکلتے تو یکے بعد دیگرے جو جو شہر والے ملتے سب خوشی میں اپنی دوکان کا سامان لٹاتے۔ مٹھائی والے مٹھائیاں۔ روٹی والے نان بائی روٹیاں۔ جوتے والے اپنے کامدار اور خوبصورت زیر پائیاں لٹاتے لگتے۔ شیخ جس قدر منع کرتے تھے اسی قدر اور جوش و خروش ترقی پر ہوتا۔ (سیر علماء مؤلفہ شرر)

(۱۸) قرأت سبعہ کے ماہر طالب علم

ساتوں قرأتوں کے ساتھ اکیس مرتبہ قرآن کو علامہ ابن خلدون نے اساتذۂ فن کو سنایا۔ اور فن قرأت میں تبحر پیدا کیا۔ (رسالہ ندوہ ماہ جولائی ۱۹۰۸ء)

(۱۹) غیر ممالک میں تعلیم کیلئے جانے والے طالب علم

علامہ سید مرتضیٰ الحسینی جنھوں نے قاموس کی شرح تاج العروس لکھی ہے یہ فرمایا کرتے تھے ھم رجال و نحن رجال اگر علماء سلف مرد ہو کر باکمال ہو گذرے ہیں۔ تو ہم لوگ بھی تو مرد ہیں۔ وطن میں علم حاصل کر کے عرب جا پہونچے اور گوشہ گوشہ میں تمام یگانۂ اثر علماء کے شاگرد بنے۔ پھر مصر گئے وہاں کے مشہور دارالعلوم اور شیوخ سے تحصیل علوم کر کے جب فارغ ہوئے تو شرح قاموس لکھی۔ ۱۴ جلدوں میں یہ کتاب مرتب ہوئی۔ شروع میں یہ کتاب ایک ایک لاکھ روپئے میں فروخت ہوئی۔ ان کا وطن پاک ہندوستان کا صوبہ اودھ اور مولد قصبہ بلگرام ہے (مقدمہ تاج العروس)۔ جو بنارس کے کتب خانہ میں ہے۔

(۲۰) ایک حدیث کے بیان پر ساری رات کھڑے کھڑے ختم کر دینے والے طالب علم

حسن بن شقیق کا بیان ہے کہ ایک روز نماز عشاء پڑھکر عبداللہ بن مبارک کے ہمراہ مسجد سے آیا۔ مسجد کے صدر دروازہ تک آئے تھے کہ ایک حدیث کا ذکر آگیا۔ ابن مبارک نے اس کے جواب میں تقریر شروع کی۔ میں اسی جگہ کھڑا ہو گیا اس دلچسپ تقریر میں ہم کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ رات کیونکر گذر گئی۔ ہم اسوقت چونکے۔ جب موذن نے صبح کی اذان دی (وفیات الاعیان ابن خلکان تذکرہ ابن مبارک و تذکرۃ الحفاظ جلد ثانی و فتح المغیث للسخاوی)

(۲۱) راستہ چلتے ہوئے پڑھنے والے طالب علم

خطیب بغدادیؒ جن کا تبحر علمی ایک زمانے کو تسلیم ہے جنھوں نے تاریخ بغداد لکھکر اپنا زندہ جاوید نام چھوڑا۔ اور جس کے لئے انھوں نے خانہ کعبہ جاکر دعا مانگی (اتحاف النبلاء)

ان کو یہ رتبہ بلند کیونکر ملا؟ اس کا حال ابن جوزیؒ کی زبان سے سنئے فرماتے ہیں۔ کبھی شب و روز ایسی گھڑی نہیں آئی تھی۔ جس میں علم کا یہ نوعمر شیدائی علمی جدوجہد کے سوا کسی اور چیز میں اس کو صرف کرتا۔ حتیٰ کہ اگر کسی خانگی ضرورت سے مجبوراً انھیں اپنا مطالعہ چھوڑنا پڑتا تو کتب، احادیث کا کوئی جزء ضرور اپنے ہاتھ میں لے جاتے تاکہ راستہ میں اسے یاد کرتے جائیں۔ بصرہ۔ اصفہان، نیشاپور جگہ بجگہ تحصیل کمال کیلئے پہونچے۔

وقت عزیز کے بچانے میں فقیہ العصر سلیم بن ایوب کا کتنا عمدہ طریقہ تھا۔
(۲۲) کہ ہر وقت مطالعہ فرماتے اور لکھتے رہتے۔ اگر قلم خراب ہو جاتا اور اسکی اصلاح کرنے لگتے تو اسوقت کچھ وظیفہ ہی پڑھتے رہتے تاکہ وقت کسی کام آ جائے
(تہذیب الاسماء جلد اول ص۲۲۲)

علم اور وجہ معاش

علم دین کیساتھ بھی وجہ معاش مل سکتا ہے۔ اگر عالم کو حسب منشا کوئی مدرسہ کوئی ادارہ نہ ملے تو اپنی تجارت، صنعت و حرفت اور مختلف پیشوں میں لگ کر اپنی زندگی اچھی طرح گذار سکتا ہے۔ چنانچہ علماء سلف نے اس طرح زندگی گذاری ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) علماء اور جلد سازی

علامہ عبداللہ بن ساوہ اپنے زمانہ کے مشہور ذی علم بزرگ تھے "اشبلیہ" میں جلد سازی کر کے گذر اوقات کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ جلد ساز کی مثال سوئی کے مانند ہے۔ جو برہنہ لوگوں کو کپڑا پہناتی ہے اور خود ننگی رہتی ہے۔ آپ کا شعر ہے

شبہت صاحبھا بحالۃ ابرۃ
تکسو العراۃ وجسمھا عریان

(الفلاکۃ والمفلوکون)

(۲) علماء اور روغن فروشی

حافظ محمد بن حارث جن کی فن تاریخ میں کئی کتابیں ہیں وہ مفلس اس قدر تھے کہ دوکان میں تیل فروخت کر کے گذر بسر کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ جلد ثالث صفحہ ۲۰۹)

(۳) علماء کے مختلف پیشے امام ابوبکر اسکافی تھےبعض حلوائی تھے. جیسے شمس الائمہ. بعض بزاز تھے جیسے محمد بن سیرین بصری. بعض سوداگر چرم تھے جیسے ایوب سختیانی۔ بعض کاغذ فروش تھے۔ جیسے مالک بن دینار۔ بعض جامہ باف تھے جیسے زاہد مجمع۔ بعض ٹاٹ بنتے تھے جیسے حسن بن ربیع بواری (استاد امام بخاری) بعض ٹھٹھیرے تھے، جیسے امام ابن جوزی رح (دیکھو ندوہ ماہ ستمبر سنہ ۱۹۱۱ء)

ے وہ قطب زماں ٹھہرے صغار تھے جو ❖ ابوالوقت ہو گزرے نجار تھے جو دحالی ؒ

مناسب ہے کہ وہ طلبائے کرام جو کبھی علماء کا خطاب پائیں گے۔ اگر غریب ہیں تو اپنے اسلاف کی طرح مختلف پیشہ کر کے گذر بسر کریں۔ اور ہرگز در در کی گدائی شہر شہر بھیک مانگنا اپنا شغل نہ کریں۔ الحذر ثم الحذر۔

اور اگر امیر ہیں تو ان کو اپنی اوسط درجہ کی آمدنی خود کافی ہے اور ہر حالت میں علمی سلسلہ ترک نہ کریں۔

(الف) علوم کی ترقی کے اسباب کیا تھے؟

خلوص نیت بھی اس کا ایک سبب ہے! اگرچہ اس تمدنی دور میں طلباء کی علمی قابلیت کا امتحان ہوتا ہے لیکن صحابہ کرام رض کے عہد میں طالبان علم سے خلوص نیت کا امتحان ہوتا تھا۔ ایک بار ایک شخص حضرت ابودرداء رض کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آپ کے پاس صرف ایک حدیث کے لئے آیا ہوں۔ بولے۔ تجارت وغیرہ کی غرض سے تو نہیں آنا ہوا؟ اس نے کہا نہیں۔ تب حدیث کی روایت فرمائی (ترمذی کتاب العلم)

چنانچہ ذوق علم کے ساتھ خلوص نیت ہی کی کشش تھی کہ ایک حدیث کے لئے

سینکڑوں میل کا سفر اختیار کرتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رض کا تذکرہ صحیح بخاری شریف میں موجود ہے۔ کہ ایک حدیث کی خاطر مدینہ سے شام تک کا سفر کیا۔ الفاظ یہ ہیں۔

رحل جابر بن عبداللہ مسیرۃ شھر الی عبداللہ بن انیس فی حدیث واحد۔ یعنی عبداللہ بن انیس کی طرف صرف ایک حدیث کیلئے ایک مہینہ کا سفر جابر بن عبداللہ نے اختیار کیا۔ (صحیح بخاری جلد اول باب الخروج فی طلب العلم وجامع بیان العلم لابن عبدالبر رح جلد اول صـ۹۳)

اسی طرح حضرت ابو ایوب انصاری رض صرف ایک حدیث کے سماع کیلئے مدینہ سے مصر گئے۔ سماع حدیث کے علاوہ ان کا اس سفر سے اور کچھ بھی مقصد نہ تھا چنانچہ سواری پر اس حدیث کو سنا اور پھر کھڑی سواری واپس ہو آئے (جامع بیان العلم جلد اول صـ۹۴)

(ب) دوسری چیز صداقت گفتار و کردار تھی

مشہور واقعہ ہے کہ امام شافعی رح کا حافظہ کمزور تھا۔ تو آپ نے استاد وکیع رح سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ اپنے عمل کو مرضی الٰہی کے ماتحت کرو ہر طرح کے شائبہ فسق و فجور سے اپنے کو منزہ کرو ؎

شکوت الیٰ وکیع سوءِ حفظی
فاوصانی الیٰ ترک المعاصی
لانّ العلم نور من اللہ
ونور اللہ لایعطیٰ لعاصی

نور علم کے لئے ضروری ہے کہ طالب علم رذیل اخلاق مکذب وافترا

چغل خوری وغیرہ عیوب سے اپنے نفس کو مبرا کرے۔ کیونکہ کوئی نور کثافتوں و گندگیوں کے درمیان جلوہ گر نہیں ہو سکتا۔ علامہ سید رشید رضا مرحوم جو مصر کے استاذ اور "المنار" کے مدیر تھے۔ جب ۱۹۱۲ء میں ہندوستان تشریف لائے تو آپ نے اپنی اس تقریر کے درمیان جو علی گڑھ کالج میں ہوئی تھی۔ تربیت نفس پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ اپنے نفس کی تربیت کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اولاً تو خود اپنے نفس کی نگرانی کرے ورنہ کسی مخلص دوست کو اپنا نگراں بنالے جو بھول چوک اور غلطیاں یاد دلایا کرے۔ اپنا ایک ذاتی واقعہ بطور مثال بیان کیا فرمایا کہ ایک طالب علم (تعلیم حاصل کرنے کے زمانے میں) میرا ساتھی تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر تم میرا کوئی جھوٹ ثابت کر دو تو اس کی سزا کا تم کو اختیار دیتا ہوں۔ میں اپنی نسبت زبان کی لغزشوں اور شیطان کے وسوسوں سے بالکل بے خوف نہ تھا۔ بلکہ مقصد یہ تھا کہ جھوٹ جو بدترین رذائل اور سخت نقصان دہ ہے۔ اس سے بچنے کے لئے ایک نگراں معین ہو کیونکہ نگرانی کی صورت میں مجھے اس خصلت پر ایک قسم کی رکاوٹ محسوس ہوگی۔ چنانچہ بحمد اللہ سالہا سال کی صحبت میں وہ میرا ایک جھوٹ بھی ثابت نہ کر سکا (دیکھو رسالہ التربیۃ والتعلیم مطبوعہ علی گڑھ ص ۹۲)

اپنے گریبان میں منہ ڈال کر ہم دیکھیں کہ ایام طالب علمی میں ہر ایک فرد کتنی بار کذب وغلط گوئی کا مجرم بن چکا ہوگا؟ سارے ایام تو درکنار سال تو بہت بڑے وقت کا نام ہے مہینہ نہیں بلکہ ہفتہ کے اندر ہم کتنی دفعہ اس زہر آمیز پالیسی کو اختیار کرتے ہیں۔ ایک علامہ موصوف ہیں کہ سالہا سال "کذب" کو جس نے عمداً اختیار کیا نہ سہواً۔ سچ ہے

ع ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات

بایں ہمہ اخلاقی خرابیوں وفسق آمیزیوں کے ہم سب کے سب چاہتے ہیں کہ

رشید رضا " بن جاویں۔ بقول اقبال ؎

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوج ثریا پہ مقیم
پہلے پیدا تو کرے کوئی بھلا قلب سلیم

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ سب کو یاد ہو گا کہ کس طرح انہوں نے اپنی ماں کے حسب الحکم صداقت کو ہمیشہ کے لئے شعار بنایا چنانچہ ایک بار ڈاکوؤں کے ایک مجمع میں بھی اپنے پاس نمیں اشرفی ہونے کا اقرار کر لیا۔ وہ ڈاکو مذاق ہی سمجھتے رہے۔ مگر آپ نے اپنی صداقت منوانے کیلئے ان کو اس کا مشاہدہ کرا دیا۔ بالآخر اسی ایک سچائی کا یہ اثر ہوا کہ ڈاکوؤں نے اپنی مذموم خصلتوں سے توبہ کی۔ (طبقات کبریٰ للشعرانی ص۲)

سرخیل صوفیا خواجہ شبلی کی سوانح میں ایک جگہ شرر مرحوم نے لکھا ہے کہ آپ نے صدق مقالی، تہذیب نفس در یاضت کو اپنے تلامذہ اور مریدوں کے لئے سخت سے سخت قرار دیا تھا۔ چنانچہ ایسے عقیدت مند اور راست باز مرید ان کو ملے جو ہر طرح کی زحمت برداشت کر لیتے۔ مگر سر مو اپنے تہذیب نفس و صداقت گفتار میں فرق نہ آنے دیتے (شبلی ص۹۶ مؤلفہ شرر)

آج بھی اگر کوئی اپنے آپ کو مذموم خصائل و معاصی سے منزہ کر کے اپنے نفس کو مہذب کر لے تو انوار علم ان کے پاک سینوں میں بھی جگمگا اٹھیں ؎

عَلَيْكَ بِالنَّفْسِ فَاسْتَكْمِلْ سَعَادَتَهَا
فَأَنْتَ بِالنَّفْسِ لَا بِالْجِسْمِ اِنْسَانٌ

(ج) تیسری چیز امرا اور با اثر حکام کی قدر دانی تھی

(۱) ایک فرانسیسی مصنف نے اپنی تالیف میں علم کی ترقی کا سبب اسی کو قرار دیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ دسویں صدی عیسوی کی نصف آخر میں عربی علوم و فنون کا چراغ ٹمٹمانے لگا اور قریب تھا کہ گل ہو جاوے۔ لیکن عضد الدولہ اور شرف الدولہ کی عالی ہمتی نے پھر اس میں تیل ڈالا۔ انھوں نے علوم و فنون کی تحصیل پر لوگوں کو راغب کیا خود بھی متوجہ ہوکر علوم کو حاصل کیا اور علماء کی قدر و منزلت اور خاطر مدارات میں پورے طریقے سے حصہ لیا۔ اکتساب علم و توسیع فن میں ذی مرتبہ امیروں کو مشغول دیکھ کر عوام میں اس کا ذوق عام پیدا ہوا (تاریخ عرب ص ۲۹۲)

(ندن پورہ کی شرقیہ لائبریری میں یہ کتاب ہے)

(۲) دوسری جگہ لکھا ہے کہ ایشیا کے سلاطین اور بادشاہ اپنے درباروں میں علماء و فضلاء کو اعزاز و اکرام کے ساتھ طلب کرتے اور خلعت ہائے فاخرہ اور انعامات سے معزز و ممتاز کرتے۔ اس قدر دانی کا یہ اثر ہوا کہ عام طور پر لوگوں میں تحصیل علوم کی رغبت و ذوق پیدا ہو گیا (دیکھو تاریخ العرب ص ۲۶۴)

(۳) **علامہ ابن مالک نحوی** صاحب "الفیہ" کے علم و فضل و قوت دماغی کا ماہر وہ شخص قائل ہو سکتا ہے کہ جس نے ان کی کتاب "الفیہ" کو بغور پڑھا اور سمجھا ہو۔ آپ دمشق کے نامی گرامی مدرسہ "عادلیہ" میں درس دیتے تھے۔

علامہ ابن خلکان جو سلطنت کے بڑے عہدے پر ممتاز تھے اور قاضی القضاۃ کے منصب پر سرفراز تھے ان کی یہ قدر کرتے تھے کہ امام ابن مالک جب درس سے

فارغ ہو کر گھر کا راستہ لیتے تو فوراً ابن خلکان ان کے پاس پہونچتے اور انھیں اپنے ساتھ لے کر ان کے دروازے تک جاتے۔

جائے غور ہے کہ ابن خلکان جو سلطنت کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہیں ایک مدرس کی کتنی تعظیم و تکریم بجالا رہے ہیں۔ جب با اثر اور اراکین حکومت یوں قدر دانی کریں تو عوام پھر علمار کی وقعت کس طرح نہ کرتے مثل ہے النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوکِہِمْ۔

(۴) **خلیفہ معتضد باللہ** کے دربار میں جہاں تمام امرار اور وزرار دست بستہ کھڑے ہیں۔ وہاں ممتاز علمار اور صرف وزیر اعظم بیٹھے نظر آتے ہیں۔ درباری عالموں میں ایک نامی عالم ثابت بن قرہ بھی تھے۔ ایک دن معتضد باللہ ثابت کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ٹہل رہا تھا کہ دفعتہً معتضد نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ ثابت کچھ خوف زدہ سے تھے کہ معتضد نے کہا کہ میرا ہاتھ تمھارے ہاتھ کے اوپر تھا۔ لیکن چونکہ تم علم و فضل میں مجھ سے بڑھ کر ہو۔ اس لئے تمھارا ہاتھ اوپر ہونا چاہیئے (دیکھو مجموعہ رسائل شبلی ص۶۸)

(۵) **خلیفہ مامون** نے تو علمار کی قدر دانی میں حد ہی کر دی تھی کہ جس نے منطق اور فلسفہ کے ترجمہ کی کتابوں کو سونے کے برابر وزن کرا کے مترجمین علما کو دلا گراں قدر مشاہروں کے انعام میں دے ڈالا۔ ایک ایک لفظ کی اصلاح پر ہزاروں روپیہ دے ڈالتا "تاریخ الخلفار" میں لکھا ہے کہ مامون نے نضر بن شمیل کے سامنے اپنی سند سے ایک حدیث روایت کی مگر سداد کے لفظ کو جو اس حدیث میں تھا فتحہ سے پڑھ گیا۔ نضر نے بالکسر پڑھ کر دھرایا۔ مامون نے کہا کیا بالفتح غلط ہے؟ نضر نے

کہا ہاں! مامون نے کہا کہ دونوں کے معنی میں کچھ فرق ہے؟ نضر نے کہا ہاں! سَداد بالفتح کے معنی راست روی کے ہیں۔ اور سِداد بالکسر اس کو کہتے ہیں کہ جس سے کوئی چیز روکی جاوے۔ مامون نے کہا۔ کوئی سند پیش کرو۔ نضر نے جاہلیت کا ایک شعر سنایا۔ یہ شعر حماسہ میں موجود ہے

اَضاعُونِی وَایَّ فتیً اَضاعُوا۔
لیومٍ کریھۃٍ وَسِدَادِ ثغرٍ۔

مامون بے حد محظوظ ہوا اور وزیر اعظم کو رقعہ لکھا کہ پچاس ہزار درہم انعام دیا جاوے (تاریخ الخلفاء ص۳۲۹) (تہذیب الاسماء جلد ۲ ص۱۲۹)

(۶) اسی طرح **یعقوب خلیفہ** کے متعلق روایت ہے کہ وہ حفظ احادیث پر شاہی خلعت اور قیمتی ساز و سامان دیتا تھا (مقالات سنیہ ص۵)

آج اگر کوئی ادب ولغت پر یا دوسرے علوم کے اسرار و نکات پر اپنی تحقیقات پیش کرے، تو کیا ہے کوئی؟ جو گرانقدر انعام کا دینا نہ سہی بلکہ دینے کا خیال و استحقاق ہی دل میں لائے۔؟

(۷) اسی طرح **محمد بن تغلق شاہ دہلوی** جو علماء حدیث کی قدر دانی کی ہے اس کے واقعات بہت ہیں۔ ایک واقعہ اختصار سے عرض ہے

علامہ ناصرالدین ترمذی کے آمد پر شاہ محمد بن تغلق نے صندل کا منبر بنوایا اور سونے چاندی اور یاقوت کے جڑاؤ سے مرصع کیا۔ اور شاہی خلعت پہنا کر ممبر پر وعظ کے لئے بٹھایا۔ جب منبر سے امام موصوف اترے تو بادشاہ نے معانقہ کیا اور ہاتھی پر سوار کرایا۔

پھر ایک ریشمی خیمہ میں بٹھایا۔ یہ خیمہ اور اس میں کے سونے چاندی والے برتن دیگ وغیرہ مولانا کو انعام میں دیا۔ اور ایک لاکھ اشرفی نقد عنایت کیا۔ ان برتنوں اور دیگوں میں ایک دیگ سونے کا اتنا بڑا تھا کہ اس میں ایک آدمی باطمینان بیٹھ سکتا تھا۔ یہ سب انعام میں دیدیا (نزہۃ الخواطر ص۱۳۰)

ان ہی سب قدردانیوں سے ہر ایک شخص پوری تندہی و جانفشانی سے تحصیل علوم و فضائل پر مستعد نظر آتا ہے۔ صرف گھوڑے کے اعضاء پر پچاس ہزار جلدوں میں ایک کتاب ابوعبیدہ نے لکھی تھی علامہ اصمعی بارہ ہزار صرف رجز کے اشعار یاد رکھتے تھے اصمعی دور خلافت میں گھوڑے کے ایک ایک عضو پر ہاتھ رکھتے جاتے تھے اور عرب کے اشعار ہر ہر عضو کے متعلق سناتے جاتے۔ آج ہمارے طلبہ کو پچاس پچاس جلدوں کی تصنیف تو کجا پچاس سطر بلکہ پچاس حروف بھی گھوڑے کے اعضاء کے متعلق یاد نہ ہوں گے۔ مگر اسوقت اصمعی وغیرہ کے قدردان بھی موجود تھے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہارون رشید اصمعی کو امام ابو یوسف سے بھی زیادہ بلند مرتبہ پر سمجھتا تھا اور ویسی ہی طرح طرح کے انعامات و عطیات دیکر ان کی عزت و تکریم بھی کرتا تھا۔ یہ اصمعی فن حدیث میں امام مالک کے استاذ بھی ہیں (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص۲۷۴)۔

ان سب حضرات کا تبحر و کمال سلاطین و ذی رتبہ امیروں کی قدردانیوں اور عام عزت افزائیوں کا بھی مرہون منت ہے۔

(۸) **شیخ رکن الدین** ملتانی اسی ہندوستان کے بزرگ امام و عالم فاضل گذرے ہیں۔ سلطان

علاء الدین خلجی کے بلانے سے کئی بار دہلی آتے۔ تشریف آوری کے دن تین لاکھ اشرفی آپ کو پیش کیا جاتا اور رخصتی کے دن پانچ لاکھ اشرفی کی شربید نذر گزاری جاتی اور شیخ اس کو قبول فرماتے (نزہۃ الخواطر ص ج ۱

(۹) اسی طرح **سلطان محمد تغلق** بھی علماء ہند کی از حد قدر دانی کرتا علماء دین سے احادیث نبویہ کو سنتا اور سونے کی سینی میں دو دو ہزار اشرفی مع سینی کے نذر کرتا (نزہۃ الخواطر ص ۶۹)

نوٹ۔ علماء سلف میں امام شافعی امام زہری امام شعبی عکرمہ، حسن بصری، امام مالک وغیرہ ائمہ کی جو قدر دانی سلاطین وقت نے کی ہیں انکا مفصل حال علماء سلف اور عطیات وو ظائف میں دیکھیے گا۔

(۱۰) اسی دور میں اہل علم خود بھی دوسرے اہل علم کی تکریم و تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ امام نووی ؒ ناقل ہیں کہ جب امام سفیان ثوری کو امام اوزاعی کے آمد کی اطلاع پہونچی تو اپنے مکان سے آگے جاکر مقام ذی طوی میں ان سے ملاقات کیا اور امام اوزاعی کے اونٹ کی نکیل اپنے گردن میں ڈال لی، اور شیخ کی تعظیم و تکریم میں لوگوں سے کہتے جاتے شیخ وقت کی آمد ہے راستہ چھوڑتے جائیے۔ ظاہر ہے کہ سفیان ثوری خود ہی بہت بڑے جلیل الشان امام ہیں۔ لیکن اس زمانہ میں ایک عالم دوسرے عالم کی تکریم و تعظیم میں عار نہیں سمجھتا تھا (تہذیب الاسماء جلد ا ص ۳۰۰ و فتح المغیث للسخاوی)

(۱۱) حضرت زید بن ثابت ؓ کا انتقال ہوا تو اسوقت کے سب سے بڑے عالم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی علمی جلالت شان کے اعتراف میں فرمایا۔ دفن الیوم علم کثیر، (تہذیب الاسماء جلد اول ص ۲۰۱)

(۱۲) حضرت سفیان ثوری کے بھائی کا انتقال ہوگیا تو امام ابو حنیفہ ؒ انکے پاس تعزیت

ہیں گئے، حضرت سفیان ثوری نے امام کا استقبال فرمایا اور تکریم و تعظیم کرتے ہوئے امام کو اپنی جگہ پر لاکر بٹھایا اور خود سامنے بیٹھ گئے۔ کچھ لوگوں نے اختلاف مسلک کے باوجود اس طرح کے برتاؤ پر تعجب کا اظہار کیا تو سفیان ثوری نے فرمایا مجھے انکے علم کا احترام لازم ہے اگر اس کا لحاظ نہ کروں تو مجھے ان کی فقاہت کا لحاظ لازم ہے اگر اس کا بھی لحاظ نہ کروں تو مجھے عمر میں انکے بڑے ہونے کا احترام ضروری تھا اگر اس سے صرف نظر کر لیں تو پھر ان کے ورع و تقویٰ و تدین کا لحاظ لازم ہے (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص ۲۲۰)

(۱۴۷) امام ابوالعالیہؒ ایک مشہور تابعی اور آزاد کردہ غلام ہیں جب حضرت عبداللہ بن عباس کی مجلس میں پہونچ جاتے تو حضرت ابن عباس انکو اپنے پاس بلاکر اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے۔ بحالیکہ عرب کے معزز خاندان کے لوگ فرش تخت کے نیچے زمین پر ہوتے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۵۹)

مجاہد بن جبیر آزاد کردہ غلام ہیں آپ کا شمار اجلہ اہل علم وفضل میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر جیسے معزز صحابی حضرت مجاہد کی رکاب تھام کر چلتے حالانکہ مجاہد اس سے منع کرتے۔ مگر حضرت ابن عمر اسکو وجہ سعادت سمجھتے (تذکرہ جلد ا ص ۸۶)

خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ مقام رقہ میں ملکہ زبیدہ بھی موجود تھی اتفاق سے حضرت عبداللہ بن مبارک کی تشریف آوری رقہ میں ہوئی۔ امام کے آمد پر ایک شور وغل کی آواز بلند ہوئی۔ ملکہ زبیدہ نے پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے بتایا کہ حافظ الحدیث عبداللہ بن مبارک رقہ میں آرہے ہیں۔ اہل شہر ان کے استقبال میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ ملکہ نے فرمایا ہذا واللہ الملک قسم بخدا بادشاہ تو ان کو کہتے ہیں ان کے سامنے ہارون کی بادشاہت ہیچ ہے کیونکہ امام کی تکریم و تعظیم میں آدمی بے تابی و اشتیاق سے دوڑ رہا ہے اور ہارون کے آنا پر

آدمی صرف پولیس و حکام کے ڈر سے آتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۶ ص ۴۳)

حضرت ابومعاویۃ الضریر ایک نابینا محدث تھے ہارون رشید نے ابومعاویہ سے بھی احادیث کا سماع کیا تھا۔ ایک دن کا حال ابومعاویہ نے حضرت علی بن مدینی رح (امام بخاری کے استاذ) سے اس طرح بیان کیا کہ کھانا کھا کر میں جب فارغ ہوا تو ہاتھ دھلنے لگا میں تو نہ سمجھ سکا کہ میرا ہاتھ کون دھلا رہا ہے۔ لیکن ہارون نے خود پوچھا کہ مولانا آپ کا ہاتھ کس نے دھلایا ہے؟ فرمایا مجھے کیا علم ہو سکتا ہے ہارون نے کہا میں نے آپ کا ہاتھ خود ہی دھلایا ہے۔ اجلالاً للعلم اور آپ کے علم کا احترام ہی میرے پیش نظر ہے۔ (تاریخ خطیب جلد چہارم ص ۹)

بانیانِ مدارس سے ایک گزارش

پہلے تو یہ جائے غور ہے کہ علوم دینیہ اور علم عربی کی تحصیل آج بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق علامہ شبلی رح کے ایک مضمون کا اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"آریہ انگریزی کی تعلیم میں اس تیزی سے ترقی کر رہے ہیں کہ مسلمان ان کے گرد تک نہیں پہنچ سکتے۔ تاہم وہ گرو کل (مذہبی اسکول) قائم کر رہے ہیں جو سنسکرت کی تعلیم کے لئے مخصوص ہے اور جس کا مقصد صرف اپنے مذہب اور اپنے لٹریچر کی اشاعت ہے۔ اس گرو کل میں جو لڑکے داخل ہوتے ہیں، چوبیس برس کی عمر تک ان کو تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کو سادی اور خشک غذا ملتی ہے۔ لکڑی کے بنے ہوئے تختے سونے کے لئے ملتے ہیں۔ اس جفاکشی اور دنیاوی بے تعلقی کے باوجود تین سو دولتمندوں نے اپنے بچے اس میں بھیجے ہیں۔ اور ۴۲ روپے

ماہوار ہر ایک بچے کا خرچ دیتے ہیں۔ غرض اگر یورپ کو بایں دنیا طلبی پادریوں کی حاجت ہے۔ آریوں کو بایں انگریزی خوانی گرو کل کی ضرورت ہے۔ تو مسلمانوں کو بھی عربی اور مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور یہ ضرورت اس وقت تک باقی رہے گی۔ جب تک مسلمان قوم کا باقی رہنا ضروری ہے (رسالہ ندوہ ماہ اگست ۱۹۱۱ء)۔

اس سلسلہ میں بانیان مدارس سے بھی گذارش ہے کہ آپ اپنے مدرسہ سے قابل و فاضل ترین اشخاص کی کثیر تعداد پیدا نہ ہوسکنے پر افسوس نہ فرمائیں اور نہ ہی اپنے روپئے کو بے کار سمجھیں۔ اور اس وجہ سے بھی نہ گھبرائیں کہ ہمارے مدرسے سے آج تک کوئی لائق اور نامور طالب علم پیدا نہ ہوا؟ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں کوئی درخشندہ ستارہ یا نیر تاباں پیدا ہو جاوے۔

آئیے! غور کیجئے! نظامیہ بغداد کا ایک مشہور مدرسہ ہے۔ وزیر اعظم نظام الملک کا بنایا ہوا ہے۔ ایک لاکھ روپیہ سالانہ اس کے اساتذہ اور طلبا پر خرچ ہوتا ہے۔ قاضی سلیمان صاحب پٹیالوی مرحوم کے انگریزی روپیہ سے حساب شماری کے مطابق اس یونیورسٹی کے لئے تین کروڑ روپیہ سالانہ کی جاگیر دوامًا وقف تھی۔ کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ اس مدرسہ کا ہر طالب علم قابل و یکتائے روزگار ہی گذرا ہے۔ اگر ہیں تو ان کا نام لیجئے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض نامی گرامی طلباء بھی اس یونیورسٹی سے پیدا ہوئے۔

شیخ مصلح الدین شیرازی علامہ سعدی صاحب گلستاں و بوستاں اسی مدرسہ کے طالب علم ہیں۔ چنانچہ نظامیہ کے طالب علم ہونے کا ذکر آپ بوستاں میں اس طرح کرتے ہیں ؎

مرا در نظامیہ ادرار بود — شب و روز تلقین و تکرار بود۔

اسی مدرسہ کے طالب علم امام غزالیؒ بھی تھے (دیکھو رسائل شبلی ص ۶۶ ا
پس جس طرح لاکھوں کروڑوں روپیہ سالانہ کے خرچ پر ہزاروں میں سے ایک
فاضل روزگار کا اوسط حساب بیٹھتا ہے۔ اسی طرح قانون قدرت کے مطابق اب
بھی یہ الٰہی بندوبست جاری رہے گا۔ اسی لئے پست ہمتی و حیلہ سازی کسی نوع
سے بھی آپ کے لئے روا نہ ہوگی۔ جس طرح کالجوں اور یونیورسٹیوں کے سب طالب علم
محمد علی جوہر اور اقبالؒ نہیں بنتے۔ اور باوجود اس کے کالج پر کالج، یونیورسٹی پر
یونیورسٹیاں کھلتی جاتی ہیں۔ اسی طرح عربی درسگاہوں کا حال سمجھا جاوے

نوٹ } نظامیہ نام کے نو مدرسے تھے بعض میں ایک لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہوتا اور بعض مدرسہ میں چھ لاکھ اشرفی سالانہ کا خرچ تھا۔

علماء سلف کی علمی کاوش اور کثرت تصانیف

جہاں علمائے سلف کی علمی کاوش اور جد و جہد کے واقعات حیرت انگیز ہیں۔
اسی طرح یہ امر بھی نہایت حیرت انگیز ہے۔ کہ یہ ائمہ باوجود اپنے اشغال کثیرہ کے
روزانہ تصنیف بھی اسی حد تک کر لیتے تھے۔ کہ آج صرف اس کام کے کرنے کے لئے
اگر کوئی تیار ہو۔ تو مشکل تمام بھی ایسے پر مغز تصانیف کے لکھنے پر قادر نہ ہو سکیگا
(۱) امام رازی کے روزانہ تصنیف کی مقدار کم و بیش بیس صفحے ہوتے ہیں۔
اور ہر صفحہ میں باریک خط کی ۴۱ سطریں ہیں۔
امام رازی سورۂ انفال کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ رمضان ۶۰۱ھ میں
تمام ہوئی۔ اس کے بعد سورہ توبہ کی تفسیر کے خاتمہ پر لکھتے ہیں کہ ۱۲ رمضان
۶۰۱ھ میں تمام ہوئی۔ سورہ توبہ کی تفسیر مصری چھاپہ کے نسخہ میں ۱۹۳ صفحوں
میں آتی ہے۔ ہر صفحہ باریک خط کی ۴۱ سطر پر ختم ہے اس حساب سے روزانہ

تصنیف بیس صفحہ کے قریب ہوتی ہے۔

(۲) یہی حال کثرت تصانیف میں محمد بن جریر طبریؒ کا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی تصنیفات کا اوسط روزانہ چالیس ورق (اسی صفحات) نکلتا ہے۔
(تہذیب الاسماء جلد اول صہ ۷۹)

(۳) علامہ قنوجیؒ نے ایک مستند شخص سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام غزالی کی روزانہ تصنیف کا اوسط ان کی عمر کے حساب سے لگایا ہے تو اس حساب سے ۱۶ صفحہ روزانہ ہوا۔ جو امام صاحب کے بیشمار مشاغل، سفر، تدریس، افتاء و دیگر معاملات کے ساتھ نہایت ہی حیرت انگیز ہے (الغزالی مؤلفہ شبلی صہ ۲۷)

(۴) علامہ ابن تیمیہؒ جو بارہا تنگ و تاریک قید خانوں میں بھیجے گئے۔ تاحد امکان آپ نے وہاں بھی تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ قرآن کریم کے اسرار و نکات جیل خانہ کی مرتب کردہ تفسیروں میں آپ نے لکھے۔ اہل فتویٰ کو مدلل فتویٰ اور خطوط لکھے۔ آپ کی پرمغز تصانیف کی مقدار پانچسو کتابیں ہیں۔ جنمیں سے بعض بعض کتاب کئی کئی جلدوں میں ہیں۔ (اتحاف السنہ)

(۵) علامہ ابن الجوزیؒ جو اسلام میں بہت بڑے نامور جادو بیاں گذرے ہیں ان کی تصنیف کی کثرت کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ جب آپ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو آپ نے وہ تراشۂ قلم نکال کر لوگوں کے سپرد کیا جسے احادیث رسول اللہ صلعم کے لکھنے کے وقت قلم بنانے میں جمع کیا گیا تھا۔ اور فرمایا میرے نہلانے کیلئے اسی تراشِ قلم کو جلا کر گرم کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت اسی تراش سے پانی گرم کرکے آپ کو نہلایا گیا (ملاحظہ ہو مقدمہ تحفۃ الاحوذی)

اللہ اکبر! جیسے ان بزرگوں نے اپنے جسم و جان کو راہ علم پر وقف کر دیا تھا اسی طرح اللہ تعالےٰ نے ان کو دائمی پھل دیا اور تاابد ان کا نام دنیا میں بھی زندہ

رکھا۔ اور ہم جیسے کندۂ ناتراش طلباء جسطرح اپنے زمانے کو ضائع کرتے ہیں۔
اسی طرح زمانہ ہمکو ضائع کر رہا ہے۔ سچ ہے ؎

تا مثل حنا سودہ نہ گردی نہ سنگ
ہرگز بکف لعل نگارے نہ رسی

یک فنی علماء کرام

عہد رسالت مآب ہی سے یہ تقسیم چلی آئی ہے کہ خاص خاص لوگ خاص خاص علم و فن میں زیادہ کامل ہوتے تھے۔ ترمذی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کے متعلق خود فرمایا تھا۔ افرضکم زید بن ثابت اسی بنا پر عمر فاروقؓ کا عام حکم تھا۔ من اراد القرأۃ فلیات أبیا ومن اراد ان یسأل الفرائض فلیات زیداً ومن اراد ان یسأل الفقہ فلیات معاذاً الخ۔
(تذکرۃ الحفاظ و فتح المغیث و کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلامؒ)
یعنی فن قرأت کے مسائل میں ابی بن کعب کی طرف، اور مسائل میراث میں زید کی طرف اور فقہی مسائل میں معاذ کی طرف رجوع کرو۔

اس روایت سے یہ صاف معلوم ہوا کہ عہد صحابہؓ میں خاص خاص فنون کے اندر مہارت رکھنے والے ہوتے تھے۔ جن کو بہ نسبت دوسرے علوم کے اس میں زیادہ امتیاز حاصل رہتا تھا۔ مسلمانوں میں دور آخر میں اور بھی فرق ہوگیا دیکھئے امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ صرف فقاہت میں ممتاز تھے امام مالکؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ فقیہ و محدث تھے، کندی، فارابی، ابن سینا صرف فلسفی تھے، کسائی، سیبویہ خلیل صرف نحوی ہیں۔

علامہ زمخشری زیادہ تر نحوی مسائل کے لحاظ سے ممتاز ہیں۔ تاریخ سے انکو کوئی واسطہ نہیں ہے (الفاروق حصہ دوم صـ۱۷۲)

علامہ ابوحاتم سجستانی صرف علم قرآن کے ماہر شمار کئے گئے ہیں۔ علم نحو میں مازنی بہت مشہور گذرے ہیں۔ امام شاذ کوئی فن حدیث میں بڑا پایہ رکھتے ہیں۔ زیادی نقل وحکایت میں بے مثل عالم ہیں۔ ابن صبی شاہی فرامین لکھنے میں یدطولیٰ رکھتے ہیں۔ (سیر علماء مصنفہ شرر)

لیکن آج کل کے طلباء طلب الکل فوت الکل کے صحیح اصول کے مطابق ہر فن وہر علم میں مصروف ہوکر کے کسی ایک فن میں بھی مہارت تامہ نہیں پیدا کرپاتے۔ اسکی وجہ علماء سلف کے اس زریں طرز عمل سے چشم کوری ہے۔

طلب حدیث میں کثرت شیوخ وتلامذہ

علماء سلف کے اخذ علم میں یہ بیان بھی ملتا ہے کہ وہ طلب حدیث کے سلسلے میں ہر جگہ پہنچ کر وہاں کے مشہور شیوخ سے حدیث لیتے۔ چنانچہ امام ابواسحاق سبیعی رحمہ نے احادیث کو چارسو (۴۰۰) شیوخ سے حاصل فرمایا (تہذیب الاسماء جلد ثانی صـ۱۷۲)

اور مشہور امام عبداللہ بن مبارکؒ کے وہ شیوخ چار ہزار تھے۔ جن سے حدیث کو حاصل فرمایا تھا (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صـ۲۵۲)

حضرت امام مالک بن انسؓ کے شیوخ نوسو (۹۰۰) کی تعداد میں تھے۔ (تہذیب الاسماء جلد ثانی صـ۷۸)

امام ہشامؒ نے احادیث کو ایک ہزار سات سو شیوخ سے حاصل فرمایا تھا۔ امام ابونعیم اصفہانی نے آٹھ سو شیوخ سے درس حدیث لیا تھا۔ (بحوالہ طبقات الحفاظ تذکرہ ہشام وابونعیم)

بسلسلہ علم مال و متاع کا خرچ کرنا

(۱) امام عبد اللہ بن مبارکؒ نے طلب حدیث میں چالیس ہزار درہم خرچ فرمایا تھا (تذکرۃ الحفاظ)

(۲) امام یحیٰی بن معین نے طلب حدیث میں اپنا سامان گھر کا اثاثہ بیچ بیچ کر ایک کروڑ پچاس لاکھ درہم خرچ کر دیا تھا۔ گھر میں کچھ باقی نہ رہا تھا۔ حتیٰ کہ ایک جوتی بھی نہ تھی۔ پس ننگے پاؤں چلا کرتے (تہذیب الاسماء جلد ثانی ص۱۵۶)

امام ذہبیؒ نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ کیا تھا۔ حدیث کے سلسلہ میں۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد دوم ص۱۱۲)

اور مشہور امام علامہ خطیب بغدادیؒ نے بیس کروڑ دینار طلب حدیث میں خرچ فرمایا (بحوالہ معجم الادباء جلد اول ص۲۵۵)

اللہ اکبر! ہمارے دور سلف کے طلباء کرام کس طرح اپنے زر نقد کو علم کی خاطر لٹاتے تھے۔ آج یہ شوق علم عربی کی تحصیل میں امراء زمانہ کا کہاں باقی رہ گیا انگریزی علوم کے لئے البتہ روپیہ خرچ کرتے ہیں مگر علم عربی کے سلسلہ میں اب روپیہ خرچ کر کے بچوں کو پڑھانا سخت مشکل ہے۔ معجم الادباء میرے پاس نہیں ہے یہ حوالہ حیدر آباد کے مطبوعہ رسالہ مقالات سنیہ ص۲۲۴ سے ماخوذ ہے۔

اصل عبارت یہ ہے (والخطیب البغدادی قد بذل لطلب الحدیث عشرین الف الف دینار)۔

علماء ذی شان کے تلامذہ کی کثرت

(۱) امام ابن سیرین کے چار ہزار تلامذہ تھے (مقالات سنیہ ص۲۲۵) ....

(۲) بروایت فربری امام بخاریؒ کے ۹۰ ہزار تلامذہ تھے (مقدمہ فتح الباری)
(۳) امام عاصم بن علی کی مجلس میں املاء حدیث لکھنے والے ایک لاکھ انسان تھے۔ (فتح المغیث للسخاوی ص ۳۱۵) یہ حاضرین جگہ کی پیمائش سے معلوم کئے گئے۔
(۴) ابو مسلم کجیؒ کی مجلس حدیث میں عام سامعین و حاضرین کے علاوہ چالیس ہزار قلم و دوات سے لکھنے والے تھے (فتح المغیث ص ۳۱۵ و مقدمہ تحفۃ الاحوذی)

عہد سلف میں محدثہ عورتیں

صنف نازک کی وہ محترم خواتین جنہوں نے علم حدیث پڑھا اور پڑھایا ان کی تعداد بھی بہت ہے۔ درر کامنہ میں ان کا شمار حافظ ابن حجرؒ نے کیا ہے ان میں وہ محدثہ بھی تھیں جنہوں نے امام احمد بن حنبلؒ اور علامہ سیوطیؒ خطیب بغدادی ابن عساکر جیسے اجلہ کو درس حدیث دیا ہے۔
ایک سو ستر محدثہ صاحبات درس و تدریس خواتین کا تذکرہ جو سنہ ۸۰۰ھ میں گذری ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے درر کامنہ میں مفصلاً فرمایا ہے۔ درر کامنہ صرف مائۃ ثامنہ کے بزرگوں کے احوال پر ہے۔ یہ تذکرہ مقالات سنیہ ص ۲۱۳ میں بھی ہے

اقوال سلف متعلقہ علم

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ طلب العلم افضل من النافلۃ۔ علم کا طلب کرنا اور اس کے تحصیل میں رہنا نفلی عبادات سے بہتر و اعلیٰ ہے اور ارشاد ہے لا بد للعالم الطلب عن المھد الی اللحد فی صرف جمیع الاوقات الی التحصیل انہ اذا مل عن علم اشتغل باٰخر۔ کما قال ابن عباس اذا مللت من الکلام مع المتکلمین ھاتوا دیوان الشعراء فعلیک ان تنفر

من ازمان العمر ایام الشباب ومن الاوقات ما بین العشائین واوقات السحر۔ پیدائش سے لیکر قبر میں جانے تک علم کی تلاش چاہیئے۔ اور تمام وقت کو علم میں اس طرح لگانا چاہیئے کہ جب ایک علم کے مطالعہ سے طبیعت اکتانے لگے تو دوسرے فن کی کتاب جس سے دلچسپی ہو مطالعہ کرنے لگ جائے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس پڑھاتے پڑھاتے تھک جاتے تو شعراء عرب کے دواوین پڑھنے لگتے، دیوان غالب۔ مسدس حالی۔ کلام اقبال کلیات اکبرالہ آبادی وغیرہ بھی اسی قبیل اور ایسے ہی موقعہ پر پڑھنے کیلئے بہتر ہیں) جوانی کا زمانہ اور تحجد و مغرب کے بعد کے اوقات بہت غنیمت ہیں۔

(مفتاح السعادۃ و فتح المغیث للسخاوی ص۳۲۲)

ہمارے علماء نے اسے عمل کر دکھایا۔ تلبیس ابلیس میں علامہ ابن الجوزیؒ نے لکھا ہے۔ کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اخیر عمر تک حتیٰ کہ بڑھاپے میں بھی قلم دوات سامنے رکھتے اور علمی تصانیف لکھتے رہتے۔ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ یہ دوات کب تک الگ نہ ہوگی؟ فرمایا یہ میرے ساتھ قبر میں جانے تک رہے گی (تلبیس ص۲۵۱) یہ تھا ہمارے اسلاف کا علمی شغف و اشتغال آج کل ہمارے عہد کے طلباء وقت کو شب و روز علمی کاموں پر خرچ کرنا بھول گئے تو وقت نے انکو بھی بھلا رکھا ہے

جب سے دل زندہ تو نے ہمکو چھوڑا
ہمنے بھی تری رام کہانی چھوڑی

اسلاف کی محنت کا دائمی ثمرہ

ناظرین کرام! آپ جس قابل تعریف کام پر نظر ڈالیں گے اس میں آپ کو محنت اور صرف محنت ہی کی کارفرمائی جلوہ گر نظر آئے گی۔ دنیا کے کاموں کے اور تمام شعبوں سے قطع نظر کر لیجئے اور صرف علمی دنیا میں آئیے اور ایک نظر دوڑائیے تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ وہ نامی گرامی حضرات جن کے نام کو آپ جب یاد کرتے ہیں تو تا دیر ان کی شخصیت کی پوری عظمت دل میں جمی رہتی ہے وہ صرف اس لئے لائق عزت و قابل مدح ہیں کہ انھوں نے سرمایۂ محنت کو اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اور کوئی وقت ایسا نہیں گذرا جسے وہ بیکاری میں گذار رہے ہوں۔ ہم آج اسی چیز کو آپ کے سامنے رکھ کر عام ناظرین سے عموماً اور طلبا رکرام سے خصوصاً درخواست کریں گے کہ اگر واقعی آپ اہل علم ہونا چاہتے ہیں اور کمال حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہیں تو آئیے تحصیل علم میں وہ طریقے اپنے پیش نظر رکھئے۔ جنکو ان بزرگ و مقدس حضرات نے اپنے طلب علم میں رکھا تھا کہ جن کے نام نامی سن کر ہم دنگ رہ جاتے ہیں۔ سنیئے! خدا کی عادت جاریہ ہے کہ وہ نیک کام کی کوشش کو عبث و رائیگاں نہیں فرماتے۔ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ اَجرَ المُحسِنِین اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا اور قاعدہ کلیہ بنا دیا وَاَن لَیسَ لِلاِنسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

معزز ناظرین (۱) امام الہمام قدوۃ الانام رئیس المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات پر غور کیجئے۔ کہ آپ اپنے لڑکپن کے زمانے ہی سے تحصیل علم میں لگتے ہیں اور تا حیات اسی سلسلہ میں لگ کر تمام مصائب و تکالیف کو آپ نے

بخوشی برداشت فرمایا۔ تاآنکہ امیرالمومنین فی الحدیث کا باعزت وممتاز لقب آپ کی ذات بابرکات کو دیا گیا۔ اور آپ کی صحیح بخاری کو بالاتفاق "اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری" کا مشہور لقب حاصل ہوا۔ آخر کون سی چیز تھی جو انہیں اس مرتبہ پر پہنچا گئی۔ دل سے یہی آواز نکلتی ہے کہ "طلب صادق"۔ کون نہیں جانتا کہ آپ نے احادیث کے طلب میں تمام درسگاہیں چھان ڈالیں۔ بصرہ، کوفہ، بغداد، شام، مصر، ہرات مکہ و مدینہ ان تمام مقامات کا آپ نے دورہ کیا ہے۔ سفروں میں چنے خرمے باندھ باندھ کر مسافت کو طے فرمایا ہے۔ آج کی طرح آسانیاں نہ تھیں گاڑی موٹر وغیرہ کی آسانیاں اگر ہوتیں تو نہیں معلوم آپ کا سفر مبارک کہاں تک پہنچ گیا ہوتا۔ (حسن البیان ص۱۶۷ و سیرت البخاری ص۲۲ ومقدمہ فتح الباری)

الحمد للہ امام بخاری کی مساعی جمیلہ اور تصنیف صحیح بخاری کے سلسلہ میں میں نے ایک مبسوط رسالہ بھی لکھا ہے اس کا نام نصرۃ الباری فی صحۃ البخاری ہے اور یہ طبع ہو چکی ہے۔

غرض امام مسلم و امام ابو داؤد و امام ترمذی نیز تمام ائمہ عظام کو دیکھو کہ ان کو یہ رتبہ علیہ ان کی محنت کی بدولت ہی عطا فرمایا گیا۔ خود شارح بخاری حافظ ابن حجر کے حالات پر غور کرو کہ اپنی یتیمی کے زمانے میں جبکہ آپ چار برس کے تھے۔ مکتب میں تحصیل علم کے لئے بیٹھے اور سن شعور کو پہونچتے ہی طلب علم کے لئے اس زمانے کی کل مشہور دار العلوم مثلاً اسکندریہ، شام، حلب، رملہ، بیت المقدس، یمن وغیرہ پہونچے اور رات دن کے کل اوقات اسی شغل میں وقف فرما دیے۔ تاآنکہ

ڈیڑھ سو کتابیں تصنیف فرمائیں آپ کا کوئی وقت ان سہ گانہ امور سے خالی نہیں تھا یا مطالعہ یا تصنیف یا عبادت (مسک الختام مطبوعہ بھوپال ص۲ واتحاف النبلاء)

(۳) حضرت علامہ تفتازانیؒ کے حالات پر غور کیجئے، آپ خود اپنی کتاب "تلویح" میں لکھتے ہیں کہ میں گرمی کے سخت ترین مہینوں میں بھی اور رات کے تاریک ترین وقتوں میں بھی دیر دیر تک طلب علم و تحریر میں مشغول رہتا تھا چنانچہ آپ کی عبارت یہ ہے

فَطَفِقْتُ اَقْتَحِمُ مَوَارِدَ السَّهَرِ فِيْ ظُلَمِ الدُّ يَاجِرِ وَاَحْتَمِلُ مَكَايِدَ الْفِكْرِ فِيْ ظَمَاءِ الْهَوَاجِرِ۔ یعنی میں اندھیری راتوں میں رات کی رات جاگتا رہتا اور دن کو دھوپ و گرمی کے وقتوں میں برابر غور و فکر میں لگا رہتا (تلویح مصری ص۲)

یہ تھی ان علماء کی شان جن کی ذات علمی دنیا میں نصف النہار کی طرح مشہور ہے۔ افسوس ہم پر ہے کہ باایں ہمہ بے مائگی آرام طلبی ہی کے اسباب ڈھونڈ رہے ہیں۔

(۴) مُلا محب اللہ بہاری صاحب سُلَّم و مسلم الثبوت اپنی محنت و کوشش کی بابت خود اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں نے اصول فقہ کی تحصیل میں اپنی عمر کو صرف کر دیا اور اپنی نظر اس کے لئے وقف کر دی چنانچہ لکھتے ہیں۔

كُنْتُ صَرَفْتُ بَعْضَ عُمُرِيْ اِلَى تَحْصِيْلِ مَطَالِبِهٖ وَوَكَلْتُ نَظَرِيْ اِلَى تَحْقِيْقِ مَاٰرِبِهٖ۔ یعنی اپنی نظر و فکر اور اپنی زندگی کو اس کے لئے خرچ کر دیا۔ (دیکھئے مسلم الثبوت ص۵)

(۵) محمد بن ابراہیم صدر الدین شیرازی اپنی کتاب صدرا میں لکھتے ہیں

کہ میں نے علوم عقلیہ کے حاصل کرنے میں زمانہ دراز اپنی عمر کا صرف کردیا اور برابر تمام کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا فلسفہ کے تمام مباحث محفوظ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ خدا کی عنایت سے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: صرفت شطراً من عمری فی تحصیلہا و برہۃ من دہری فی البحث عن اجمالہا و تفصیلہا وکنت شدید الاشتغال من سابق الاوان کثیر التوجہ من اول الریعان یعنی پہلے ہی زمانہ سے میں اس علم میں سخت مشغولیت رکھتا تھا اور شروع نوعمری سے اپنی کل توجہ صرف کرچکا تھا تب اس کتاب کے لکھنے کی نوبت آئی (صدرا صـ۳)

(۶) مولانا عبد العلی لکھنوی۔ جنھیں آج دنیا بحر العلوم سے یاد کرتی ہے رسالہ قطبیہ کے حاشیے پر لکھتے ہیں۔

صَرَفْتُ شَطْراً مِنْ عُمْرِیْ وَبُرْہَۃً مِنْ دَہْرِیْ مُنْذُ مِیْطَتْ عَنِّی التَّمَائِمُ وَنِیْطَتْ عَلَیَّ الْعَمَائِمُ فِی اِقْتِنَاصِ شَوَارِدِ الْمَعْقُوْلَاتِ کہ میں نے فن معقول کے مشکل مباحث کے حاصل کرنے اور اس کو حل کرنے میں اپنی زندگی اسوقت سے وقف کردی جبکہ میری لڑکپن کی تعویذ اتار دی گئی اور عمامے مجھ پر باندھ دیئے گئے (حاشیہ رسالہ میر زاہد صـ۳)

(۷) شیخ اکبر رئیس ابو علی سینا کہ جس نے دینی و دنیوی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی اور بخارا میں فلسفہ اور طب کی تعلیم پائی۔ سترہ برس کی عمر میں ایک بادشاہ کے کامیاب علاج کے سبب شاہی کتب خانہ کا مہتمم قرار پائے۔ وہ اپنی زندگی کے ہر لمحہ سے فائدہ اٹھاتے تھے دن کو دیگر ضروریات وطلباء کے درس میں مصروف رہتے تھے رات کو ہاتھ میں قلم اور پہلو میں جام رکھتے (تاکہ نیند نہ آئے) اسی طرح

تصنیف تالیف میں مصروف رہتے تھے۔ اس فرصت میں کتاب الشفا یا قانون الطب لکھی۔ سفر میں وہ کتابوں کا خلاصہ کرتے اور چھوٹے چھوٹے رسالے لکھتے رہتے اور ایک معین وقت میں مذہبی مضامین کو دلچسپ طرز میں تحریر کرتے تھے (تاریخ فلسفہ اسلام صہ۹۶)

عبدالکریم شہرستانی اپنی کتاب ''ملل ونحل'' میں لکھتے ہیں۔

وَکَانَتْ طَرِیْقَۃُ ابْنِ سِیْنَا اَدَقَّ عِنْدَ الْجَمَاعَۃِ وَنَظَرُہٗ فِی الْحَقَائِقِ اَغْوَصُ وَکَانَ ھُوَ عَلَّامَۃُ الْقَوْمِ۔ یعنی بوعلی سینا کا طریقہ اپنی متانت کیساتھ دقیق بھی بہت ہے۔ اور اس کی نظر حقیقت اشیاء کی معرفت میں زیادہ عمیق ہے اور تمام حکماء و اطباء کا پیشوا سمجھا گیا ہے (ملل ونحل جلد رابع صہ۱۸ مصری) اس کی مشقت و محنت کی بابت یہ شعر مشہور ہے ؎

بنجاہ و دو سال صرف کردم شب و روز
معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد۔

یعنی اپنی زندگی کے باون سال اسی علمی کام میں لگا دیئے۔ اور رات و دن کی کل گھڑیوں میں مشغول رہا۔ لیکن پھر بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ نہیں معلوم ہوا۔

یہ ہے اس شیخ الکل رئیس القوم کی حالت کہ رات رات بیدار رہتا اور جی نہ گھبراتا۔ ہم بھی طالب علم ہیں ہم سے کوئی پوچھے کہ تمہارا طریقہ کیا ہے؟ تو ہم کیا کہیں گے؟ اور ہم سے کون کام ہو رہا ہے؟ ؎

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

(۸) ابن حزم ظاہری کے نام گرامی سے کون ناواقف ہے۔ آپ کے قریبی دادا سکان اندلسی تھے۔ لیکن آپ اور ان کی والدہ غیرہ قرطبہ میں سکونت

پذیر تھے۔ توغل اور کثرت معلومات میں اندلس میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ کے بیٹے فضل لکھتے ہیں کہ آپ کی تالیفات کی تعداد جو فقہ اور حدیث میں اصول و تاریخ میں ادب والنساب میں خود میرے باپ کی اپنی قلم سے لکھی ہوئی ہیں وہ چار سو مجلدات ہیں جو اسی ہزار اوراق پر مشتمل ہیں (دیکھو مقدمہ ملل ص۳۳)

(۹) اسی طرح امام محمد بن ادریس شافعی نے فرمایا کہ میں نے تیرہ برس کی عمر میں اپنے وطن مکہ معظمہ کو خیرباد کہی جبکہ سبزہ آغاز بھی نہ تھا دو یمانی چادریں میرا لباس تھیں۔ میرا رخ امام مالکؒ کے شوق میں مدینہ کی طرف تھا اتفاقاً ایک ہم صحبت شتربان نے اپنا اونٹ مجھے سواری کے لئے دیدیا۔ میں رات کو بھی اور دن کو بھی قرآن مجید کا دورہ کیا کرتا تھا۔ سولہویں دن مدینہ کی آبادی میں داخل ہوا اور سولہ دورے بھی تلاوت قرآن کے ختم ہو چکے تھے۔ امام مالکؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ روزانہ نماز صبح و تسبیح وظائف کے بعد درس دینے بیٹھ جاتے روزانہ یہی معمول رہتا اور میں نے ساری موطا بر زبان یاد کرلی۔

امام مالک میرے حفظ و یادداشت سے بے حد خوش تھے اور فرماتے تھے خدا نے تم پر اپنی نورانیت کا جلوہ ڈالا ہے اور تم ایک خاص شان و شوکت کے مالک ہو گے امام شافعی نے ناصر الحدیث و ناصر السنہ کا لقب پایا۔ کمال طلب و کمال محنت سے کتاب الام لکھی جو پندرہ جلدوں میں تمام ہوئی اسکے علاوہ ایک سو تیرہ کتابیں مزید لکھیں (تہذیب الاسماء واللغات جلد اول ۴۴۔ و سفرنامہ شافعی ص۱۱۲ مولفہ مولینا عبد الحلیم شرر)

یہ تھے وہ گرامی بزرگ جنہوں نے اپنے سفر میں بھی اپنا وقت ضائع

نہیں فرمایا کم از کم ختم قرآن کے دورے کرتے رہے اور جب منزل مقصود پر پہونچ گئے تو موطا ر برزبان یاد کرلی۔

(۱۰) **امام مالکؒ** کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنی کمسنی سے ہی طلب حدیث شروع کی۔ چنانچہ تذکرۃ الحفاظ میں آپکا یہ مقولہ موجود ہے:۔

كُنْتُ اٰتِى نَافِعًا وَاَنَا غُلَامٌ حَدِيْثُ السِّنِّ وَمَعِىْ غُلَامٌ فَيُنْزِلُ فَيُحَدِّثُنِىْ

(تذکرۃ جلد اول ص۱۹۳)

فرماتے ہیں جب میں کم سن تھا تو حضرت نافع کی خدمت میں ایک غلام کے ساتھ حاضر ہوتا اور وہ مجھ سے حدیثیں بیان کرتے امام جو کچھ سنتے سب یاد کرلیتے آپ کے کمال حفظ و اتقان کے سبب امام بخاریؒ کا فیصلہ ہے کہ سب سے صحیح سند مالک عن نافع عن عبداللہ بن عمر کی ہے (تہذیب الاسماء ص۷۵ جلد ثانی)۔ شوق علم کا یہ حال تھا کہ جب تنگدستی نے دولت علم سے محروم کرنا چاہا تو چھت کی کڑیاں فروخت کرکے ضروریات زندگی پوری کرتے تھے۔ شب کو قدرتی آسمانی قندیل کی روشنی میں علمی اشغال میں مصروف رہتے۔ انہیں جانفشانیوں کی مبارک فال یہ ہوئی کہ ۱۱۷ھ میں آپ کے اساتذہ نے مسند درس پر آپکو بٹھا دیا۔ حالانکہ ابھی امام صاحب نے اپنے مقدس زندگی کے سترہ سال بھی پورے نہ کئے تھے (امام مالکؒ ص۶ مولفہ سید سلیمان ندویؒ)

(۱۱) اسی طرح **امام غزالی** کا واقعہ ہے۔ امام صاحب کے والد اپنی قلت مال سے مصارف تعلیم نہ برداشت کر سکتے تھے۔ اس لئے مجبوراً امام غزالی کو وطن چھوڑنا پڑا تحصیل علم کے بعد جب وہاں سے وطن آرہے تھے تو راستہ میں امام صاحب لٹ گئے۔ آپ نے قزاقوں کے افسر سے

درخواست کی کہ میرے کتابی نوٹ فقط واپس کر دیئے جائیں۔
اس نے اس موقعہ پر واپس کرتے ہوئے طعنہ مارا جس کا اثر یہ ہوا
کہ آپ نے اپنے وطن پہنچ کر نوٹ زبانی یاد کرنے شروع کیے۔
یہاں تک کہ پورے تین برس صرف کر دیئے۔ اور ان مسائل کے
حافظ بن گئے۔ اب تکمیل علم کے لئے وطن سے دوبارہ نکلے۔ آپ نیشاپور
میں امام الحرمین عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت
جد وجہد سے علم کی تحصیل شروع کی۔ یہاں تک کہ اپنے تمام اقران میں
ممتاز ہوگئے۔ امام الحرمین (امام غزالیؒ کے استاد) کہا کرتے تھے کہ غزالی
دریائے ذخار ہے۔ آپ کے اس علم وفضل کا یہ اثر ہوا کہ مدرسہ
نظامیہ (جس کا سالانہ خرچ چھ لاکھ اشرفیاں تھیں ایک اشرفی اس عہد
کی پچیس روپیہ انگریزی کے ہم قیمت تھی) افسری کا فخر حاصل کیا۔ آپ کو مدرسہ
نظامیہ بغداد میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ داخل کیا گیا۔ اسوقت
آپ کی عمر ۳۴ برس سے زائد نہ تھی۔ لیکن ابھی تشنگی تحقیق کی پوری نہیں
سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ نے استعفا داخل کیا۔ جو کسی طرح منظور نہ ہوا
آخر امام موصوف کا اصرار غالب آیا۔ چنانچہ وہاں سے نکل کر شام و دمشق
پہنچے۔ پھر اس کے بعد مصر و اسکندریہ پہنچے ایک شخص نے آپ کو بیابان
میں دیکھا۔ اس وقت ایک خرقہ بدن پر تھا اور ہاتھ میں پانی کی چھاگل
تھی۔ وہ ان کو چار سو شاگردوں کے حلقے میں دیکھ چکا تھا۔ حیرت زدہ ہوکر
پوچھا کہ کیا درس دینے سے یہ حالت بہتر ہے؟

امام صاحب نے اس کی طرف دیکھا اور یہ شعر پڑھا ؎

تَأَدَّتْ بِیَ الْاَشْوَاقُ مُهْلًا فَهٰذِهٖ ۔۔ مَنَازِلُ مَنْ تَهْوٰی رُوَیْدَكَ فَانْزِلِ

اسی مبارک سفر میں احیاء العلوم بھی تصنیف کی (دیکھو الغزالی مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی صفحہ ۱۹ و ۲۲)

غور کیجیے۔ امام صاحب کو بیابان میں دیکھا۔ اس وقت طلباء کے جھرمٹ اور شاہی انتظامات کو ترک کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ سوا اس کے کیا کہا جائے کہ تحقیق حق اور انکشافات حقیقت کے شوق نے آخر میں آپ دوبارہ شاہی حکم سے مدرسہ نظامیہ تشریف لے گئے۔

علماء کی طلب و محنت کا ایک اور انداز

اب اسوقت ہم علماء کرام کی محنت کے سلسلہ میں وہ واقعات لکھتے ہیں جن میں ان کے کسی ایک کتاب کے بار بار پڑھنے کا ذکر ہے۔ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی " فوائد البہیہ " میں لکھتے ہیں کہ سید شریف نے (جو سید سند کے لقب سے نیز " میر " کے لقب سے بھی مشہور ہیں)

" شرح مطالع " سولہ مرتبہ پڑھی۔ پھر اس کے بعد دل میں سوچا کہ خود شارح اور اصل مؤلف سے بھی پڑھ لینی چاہیے تو چونکہ شارح ہرات میں رہتے تھے۔ اس لئے ہرات کی طرف چل پڑے۔ نوجوانی کا وقت تھا شارح نے ان کو جواب دیا کہ تم نوجوان ہو اور میں بالکل کمزور بوڑھا ہو چکا ہوں درس دینے پر قادر نہیں ہوں اس لئے اگر تمہیں شرح مطالع پڑھنے کا شوق ہے تو میرے ایک قابل شاگرد جس کا درس میرے طریقہ کے مطابق ہے اور جو آجکل مصر میں ہے۔ اس کے پاس میں ایک خط لکھ دوں اسے لے کر جاؤ۔ چنانچہ سید شریف وہاں سے مصر چلے اور ان کے شاگرد شہیر مبارک شاہ کو استاد کا خط دکھایا

تو انھوں نے کہا کہ تمھیں صرف سماع کی اجازت ہے پڑھنے کی باری نہیں دی جائیگی۔ تمھارا مستقل درس نہیں ہوگا۔ تمھیں اثنائے سبق میں بولنے کی اجازت قطعی نہیں ہے۔ سید موصوف نے ان شرطوں کو منظور کر لیا۔ اور وہاں کئی دن بے کار رہے۔ جب مصر کے ایک رئیس کے لڑکے نے سبق شروع کیا تو سید شریف وہاں حاضر ہوتے اور درس کر واپس آجاتے۔ مبارک شاہ ایک رات خفیہ طور پر ٹہل رہے تھے کہ یکایک ایک حجرہ سے ان کو آواز سنائی دی۔ غور سے سننے لگے تو سید شریف کی آواز تھی۔ جو کہہ رہے تھے ”استاد نے یہ کہا، شارح نے یہ کہا اور میں اس طرح کہتا ہوں“ چونکہ آپ نے نکات حسنہ بیان کئے تھے اس لئے مبارک شاہ خوشی سے اچھل پڑے اور کہا ایسے شاگرد کو محروم نہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ کہا کہ تمھارے لئے اجازت قرأت بھی ہے اور بولنے کا بھی حق ہے اور جو چاہو سوال کرو تمھیں اختیار ہے (فوائد البہیہ ص۵۲)

اسی طرح ایک واقعہ حکیم ابو نصر[۱۳] فارابی کا ابن خلکان میں بھی ہے کہ ارسطو کی ”کتاب النفس“ کا ایک نسخہ کسی کے ہاتھ لگا۔ جس پر حکیم ابو نصر فارابی کے قلم سے یہ لکھا ہوا تھا۔ اِنّی قَرَأتُ هٰذِهِ الْكِتَابَ مِائَةَ مَرَّةٍ - کہ میں نے اس کتاب کو سو مرتبہ پڑھا ہے (ابن خلکان جلد دوم ص۷۲)

جب تک بخوبی اور بکمال وضاحت مسائل سمجھ میں نہ آئے پڑھتے رہے تا آنکہ مرتبۂ علیا حاصل کر لیا۔

(۱۴) شیخ بو علی سینا کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے۔ اسکو شیخ نے خود بیان کیا ہے کہ ایام طالب علمی میں جب میں نے کتاب ”ما بعد الطبیعہ“ کو شروع کیا تو وہ مطلقاً میری سمجھ میں نہیں آئی اور نہ واضع فن کی کوئی

تھے پیدل چلتے تھے۔ جب توشہ ختم ہو چکا اور بے آب و دانہ تین دن تک چلتے رہے۔ ہم میں سے ایک زیادہ عمر رسیدہ تھے وہ برداشت نہ کر سکے غشی کھا کر گر پڑے۔ ہم لوگ آئے اس کو حرکت دینے لگے تو دیکھا کہ بالکل بے حواس ہو چکے ہیں ہم ان کو چھوڑ کر ایک ہی میل تک گئے ہونگے کہ میں اس مقام پر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میرا ساتھی مجھے چھوڑ کر آگے گیا اس نے آگے بڑھ کر ایک کشتی بان کو اشارہ سے بلایا۔ اس نے آکر اس کو پانی پلایا اور کہا میرے دو ساتھی بیہوش پڑے ہیں ان کی خبر لو۔ چنانچہ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ جب ایک آدمی مجھ پر پانی چھڑک رہا تھا اس وقت مجھے افاقہ ہوا۔ اور میں نے تھوڑا سا پانی پیا۔ اس کے بعد اسی طرح شیخ کو ہوش میں لایا گیا (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۱۷۱)

آج کل طلباء سے کوئی پوچھے کہ کیا سفر علم میں تم نے بھی اس قسم کی تکالیف اٹھائی ہیں؟ اور کیا تم نے بھی طلب علم میں ہزارہا میل پیادہ سفر طے کئے ہیں؟ جواب کیا ملیگا؟ یہ سب کو معلوم ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

(۱۶) امام طبرانی سے کسی شخص نے پوچھا کہ حضرت! آپ کو یہ بے شمار معلومات کیسے حاصل ہوئے۔ فرمایا كُنْتُ أَنَامُ عَلَى الْبَوَارِيْ ثَلٰثِيْنَ سَنَةً۔ اے جان من تیس برس تک میری کمر نے بورے کے سوا کسی بستر کا لطف نہیں اٹھایا (تذکرۃ الحفاظ جلد ثالث ص۱۲۸)

اس روایت کو پڑھ کر طلباء اور علم کے شائق حضرات غور کریں کہ آج آپ لوگوں نے اپنے آرام کیلئے کیا کیا انتظام نہیں کیا اور کیا کیا نہیں چاہتے ہیں؟

اے علم دین کے طالب ہوشیار۔ دیکھنا کبھی آرام و راحت طلبی کی فکر میں نہ لگنا ورنہ یاد رہے کہ علماء کی شان تم میں پیدا نہ ہو گی اور فضیلت کا سہرا اس آرام طلبی پر کبھی نصیب نہ ہو گا۔ علماء نے فتویٰ دیدیا ہے کہ شانِ علمیت آرام طلب طالب علم سے تضاد کی حیثیت میں ہے۔ اس لئے کہ طلب آرام و طلب علم دونوں پوری نہیں ہو سکتی یا تو طالب علم ہو من حیث ہو طالبٌ یا طالب راحت دونوں طلب جمع نہیں ہو سکتیں

کمال علم کے اسباب

(۱) مستعدی سے مطالعہ بھی کمال علم کا موجب ہے۔ مولٰنا حماد الدین رومی ایک رات طلبہ کے حجروں میں مخفی گشت کے لئے گئے تو دیکھا کہ دو طالب علم ہیں ایک تو تکیہ سے لگا ہوا مطالعہ کتاب میں مصروف ہے۔ دوسرے کو دیکھا کہ دو زانو مستعد بیٹھا مطالعہ کتاب میں مصروف ہے اور کتاب میں مطالعہ پر موقع موقع سے کچھ لکھتا بھی جاتا ہے۔ استاد نے اول کی نسبت کہا اِنَّہٗ لَا یَبْلُغُ دَرَجَۃَ الْفَضْلِ یہ بڑے درجے تک نہ پہنچے گا دوسرے کی نسبت فرمایا سَیَحْصُلُ الْفَضْلُ وَ یَکُوْنُ لَہٗ شَانٌ کہ یہ کمال اور بڑی شان کا ہوگا۔ استاد کی یہ پیشنگوئی سچی ثابت ہوئی۔ (شقائق نعمانیہ جلد اول صـ۳۵) بحوالہ علماء سلف للشروانی رح)

(۲) مقدمہ ہدایہ میں مولوی عبدالحیٔ صاحب مرحوم لکھنوی لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف رح فرماتے تھے۔ اَلْعِلْمُ شَیْئٌ لَا یُعْطِیْکَ بَعْضَہٗ حَتّٰی تُعْطِیَہٗ کُلَّکَ (مقدمہ ہدایہ صـ) یعنی علم وہ چیز ہے کہ تجھے اپنا بعض بھی نہیں دیتی جب تک کہ تو اسے اپنا کل نہ دے۔ مطلب یہ کہ

اے طالب علم تو علم کا ادنیٰ حصہ بھی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس میں لگ کر اسی کا نہ ہو رہے۔ معلوم ہوا کمال علم کیلئے شب و روز کا علمی شغل بھی ایک قوی چیز ہے۔

(۳) عالم کبیر ابو اسامہ عبد اللہ بن مبارک کی نسبت کہا کرتے تھے مَارَأَيْتُ أَطْلَبَ لِلْعِلْمِ مِنَ ابْنِ الْمُبَارَكِ۔ شعبہ بن حرب ہیثہ کہا کرتے تھے إِنِّي لَأَشْتَهِي مِنْ عُمُرِي كُلِّهِ أَنْ أَكُونَ سَنَةً وَاحِدَةً مِنَ ابْنِ الْمُبَارَكِ فَمَا أَقْدِرُ أَنْ أَكُونَ وَلَا ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ۔ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے لَمْ يَكُنْ فِي زَمَانِهِ أَطْلَبَ لِلْعِلْمِ مِنْهُ۔ یعنی عبد اللہ بن مبارک سے بڑھ کر ان کے زمانے میں علم کا شائق اور پوری تندہی کے ساتھ طلب کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔ چنانچہ بعض علماء اس کی تمنا کیا کرتے تھے کہ میری ساری عمر کے بدلے مجھے ایک سال عبد اللہ بن مبارک کا مل جائے۔ کہ یہی ایک سال میرے تمام سالوں کے لئے کافی ہے لیکن افسوس مجھے تو ویسے تین دن بھی ملنے مشکل ہیں۔

(فوائد بہیہ ص۲۳) وصفۃ الصفوہ لابن الجوزیؒ)

ان کی محنت اور طلب علم میں بکثرت روایات موجود ہیں بڑے بڑے علماء ان کی محنت کی تعریف میں لگے ہیں۔ سبحان اللہ! ایسی محنت کہ جس کے تین دن سالہا سال کی زندگی کے ہم معنی ہیں۔

(۴) کمال علم کے لئے ضروری ہے کہ کبھی سبق کا ناغہ نہ ہو مصنف ہدایہ علی بن ابو بکر تمام علماء کو خطاب کر کے فرماگئے ہیں يَنْبَغِي أَنْ لَا يَكُونَ لِطَالِبِ الْعِلْمِ فَتْرَةٌ فَإِنَّهَا آفَةٌ۔ طالب علم میں سستی و انقطاع اور سبق کا ناغہ ہو جانا بڑی آفت ہے۔ بلکہ صاف یہ بھی لکھ دیا کہ معلوم

رہے کہ میں اپنے ہم سبق اور شرکار درس سے اس لئے فائق ہوں کہ میرے تحصیل علم میں اول سے لے کر آخر تک سستی نہ آسکی۔ چنانچہ لکھا ہے اِنَّمَا فُقْتُ شُرَکَائِیْ بِاَنْ لَمْ تَقَعْ لِیَ الْفَتْرَۃُ فِی التَّحْصِیْلِ (دیکھو فوائد بہیہ صہ۵۷) صاحب ہدایہ جب بڈھے ہوگئے تو آپ اس حالت میں فرمایا کرتے کہ کتنے بڑے بڑے شیوخ میرے وقت میں موجود تھے مگر افسوس اب میں ان کی خدمت نہیں کر سکتا اور نہ کچھ ان سے حاصل کرسکتا ہوں۔ وقت کی قدر وقیمت صاحب ہدایہ کے نزدیک یہ تھی کہ تصنیف ہدایہ کی پوری مدت تک آپ نے ہمیشہ روزہ رکھا اور اپنے وقت کی قدر کو کھانے پینے میں مشغول ہونے سے بچایا اور ثواب مستزاد برآں تھا (اتحاف النبلاء)

(۵) عمر بن محمد بن ابو حفص النسفی جن کی "عقائد" ہے اور جنھیں مفتی الثقلین کا لقب ملا۔ کیونکہ ان کے پاس علماء جن بھی پڑھتے تھے اور نجم الدین بھی لقب تھا۔ اصولی متکلم نحوی ماہر فنون تھے۔ مگر پھر بھی طلب علم کے سلسلے میں دور دور تک جاتے رہے اور بے شمار اساتذہ سے درس حاصل فرماتے رہے۔

چنانچہ ایک دفعہ اسی خیال سے جاراللہؒ زمخشری کے پاس آپ مکہ میں ملاقات کرنے کے لئے گئے دروازہ پر پہنچ کر زنجیر کھٹکائی۔ زمخشری نے اندر سے پوچھا مَنْ ھٰذَا کون ہے؟ آپ نے کہا عُمَرُ، زمخشری نے کہا اِنْصَرِفْ آپ نے کہا عُمَرُ لَا یَنْصَرِفُ۔ زمخشری نے کہا اِذَا نُکِرَ صُرِفَ ان دو جملوں کے اردو ترجمہ میں وہ لطافت باقی نہیں رہ سکتی جو اہل علم عربی ان کو خود عربی میں موجود ہے

اس واقعہ کو ملا علی قاری نے نقل کیا ہے۔ جس میں عمر النسفی نے جگہ جگہ زمخشری کو سیدی کہا ہے (بحوالہ فوائد البہیہ ص۱۸۵) معلوم ہوا کمال علم کیلئے شذر حال بھی ضروری ہے۔

(۶) خیالی مشہور کتاب ہے اور مصنف بھی خیالی کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے علامہ تفتازانی کی شرح عقائد پر حاشیہ لکھا ہے جو نہایت ہی نادر فوائد پر مشتمل ہے۔ عبارت میں ایجاز لغایت ہے آج کل خیالی بصورت حاشیہ نہیں ہے۔ بلکہ مستقل کتاب ہے۔ غرض یہ ہے کہ اس کے مصنف کا نام احمد بن موسےٰ ہے اور شمس الدین لقب ہے۔ اسی اعلیٰ و نفیس تصنیف کی بدولت سلطان اعظم محمد خاں کے مدرسہ سلطانیہ کے مدرس تھے۔ جس وقت وزیر نے ان کے تقرر کی نسبت سلطان سے عرض کیا۔ سلطان نے ان لفظوں میں سوال کیا۔ الیس هو الذی کتب الحواشی علی شرح العقائد۔ یہ وہی ہیں نا؟ جنھوں نے شرح عقائد پر حاشیہ لکھا ہے وزیر نے کہا۔ ہاں بادشاہ نے کہا۔ انہ مستحق بے شک وہ اس کے قابل ہیں اس حاشیہ کی نسبت علماء میں یہ شعر مشہور ہے ؎

خیالات خیالی بس بلند است — نہ ایں جائے "قل احمد" نہ چند است
ولے عبدالحکیم از رائے عالی — بحل کردہ خیالات خیالیؒ

علامہ خیالی علم و عبادت میں اس قدر کثیر الاشتغال تھے کہ دن و رات کے درمیان صرف ۲۴ گھنٹے میں ایک دفعہ معمولی خوراک کھا لیتے تھے باقی تمام اوقات محض علم و عبادت و مطالعہ کے سلسلہ میں خرچ فرماتے تھے۔ اس قدر سخت محنت سے ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ لاغری کے باعث ان کے سبابہ اور ابہام (دو انگلیوں) کے حلقے میں

ان کا ہاتھ بازو تک داخل ہو جاتا تھا (فوائد بہیہ ص۲)

یہ بھی ہمارے ان علماء کی قابل اتباع ولائق عمل محنت کہ جن کی قابلیت کی کوئی حد نہ تھی۔ خیالی اٹھاکر دیکھئے تو آپ کو ان کی جلالت شان کا پتہ چل جائیگا۔ معلوم ہوا کمال کیلئے ضروری ہے کہ وقت کو ہر طرح سے بچاکر علمی کاموں میں مشغول رکھا جائے۔

امام رازیؒ کے احوال آپ کو معلوم ہیں۔ اتحاف النبلاء میں نواب صدیق الحسن خاں صاحب بھوپالیؒ لکھتے ہیں۔

"مبدأ اشتغالش بر پدر است تا آنکہ بمرد بعدہ قصد سمعانی کردو بروئے اشتغال نحو ولسبوئے رے عود کردہ الخ پہلے تو زمانہ تک اپنے والد ماجدؒ کے پاس تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جب والد ماجدؒ کی وفات ہو گئی تو سمعانی (جسے تاج الاسلام کا لقب ملا ہے اور جس نے طلب علم میں مشرق و مغرب اور جنوب و شمال تمام شہروں کی خاک چھان ڈالی اور جس کے چار ہزار اساتذہ تھے تعلیقات السنیہ ص۱) کے پاس گئے۔ وہاں مدتوں تک تعلیم حاصل کرتے رہے اور رے (وطن) میں آکر مسجد جیفی کے پاس پڑھنے لگے۔ علم کلام و حکمت کی بہت سی کتابیں پڑھیں اور امام الحرمین کی کتاب شامل (جو علم کلام میں ہے) از بر کرلی پھر خوارزم گئے وہاں جاکر کمال مہارت کو پہونچے۔ اختلافی مسائل کی بنار پر شہر سے آپ کو نکالا گیا۔ ماوراء النہر پہنچے تو وہاں بھی یہی معاملہ ہوا۔ آخر رے چلے آئے۔ ایک صاحب ثروت طبیب تھا اس نے اپنے دونوں بیٹوں کا نکاح امام رازی کی دونوں لڑکیوں سے کر دیا۔ اس کے اموال پر امام رازی نے قبضہ کیا

"دسفر با کبر و ملتی یعنی کمائی مال آتے ہی آپ نے پھر وہی سفر دور دوزنک کرنا شروع کر دیا۔ ابتداءً آپ کی ناقدری رہی۔ چنانچہ ایک دفعہ ہرات کے منبر پر آپ نے فرمایا ؎

المرء مادام حیاً یستہان بہ
ویعظم المرء حین یفتقد

کچھ وطن اور کچھ سفروں کے سلسلے میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں تصنیف فرمائیں۔ بعد میں ہر چہار جانب سے آپ کی قدر ہونے لگی۔ سلاطین و امراء خود ان کی مجلس میں آنے لگے اور جب آپ سوار ہو کر نکلتے تو تین تین سو طلباء آپ کو گھیرے رہتے (اتحاف النبلاء ص۲۷۹ و تعلیقات سنیہ ص۷۸)

اس سے جہاں ان کے طلب علم کی حالت معلوم ہوئی وہاں ان کے انتہائی شوق کا حال بھی کھل گیا کہ ادھر تو والد ماجد کا انتقال ہوتا ہے اور ادھر فوراً وطن کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کمال علم کیلئے مایوس کن حالات کے ... باوجود مسلسل طلب ضروری ہے

اب سوچنا یہ ہے کہ کبھی ہم نے کہیں ایسے سفر کئے ہیں کبھی ہم نے بھی ایسی حالت میں خیرباد کہا ہے جبکہ اپنے شفیق باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہو اور عیش و عشرت کیلئے دولت بھی حاصل ہو گئی ہو؟

شمس الائمہ سرخسی کا حال سنیئے جن کی کتاب "المبسوط" پندرہ جلدوں میں اسم با مسمٰی ہے آپ خاقان کو ایک کلمہ نصیحت کے باعث قید کر دیئے جاتے ہیں پہلے زمانے میں کنواں قیدیوں کے قید کرنے کیلئے ہی بنایا جاتا تھا۔

اسی میں آپ بھی مقید تھے آپ کے تلامذہ کنوئیں کی بلندی پر ارد گرد جمع ہو جاتے اور کنوئیں کے نچلے حصے سے آپ انھیں "سیر کبیر" کی شرح لکھاتے جاتے۔

عزیز طالبو! جو امام ایک دنیا کیلئے شمس الائمہ بنا آخر کیسے بنا؟ تم نے خود دیکھ لیا کہ آپ نے اپنے عزیز اوقات کو حبس جیسی بیں بھی ضائع نہ فرمایا سلسلہ تعلیم و املاء برابر جاری رکھا۔ پس ہماشما کا کیا شمار ہے۔ جو اپنے تمام دن اور سارے اوقات غفلت وراحت سے کاٹنے کی فکر میں لگے ہیں۔ ہم کو آنسو ختم کر کے خون کے آنسو رونا چاہئے شمس الائمہ اس قدر مشقت اور جانفشانی سے کام کرنے والے تھے کہ آپ کے حافظہ میں بارہ ہزار کراریس (مجموعے) محفوظ تھے (فوائد البہیہ ص۱۶۵)

اسلاف کے علمی ذخیروں کے بعض اہم اسباب

اب ہم اس سلسلہ میں وہ روایات بیان کرنی چاہتے ہیں جن سے اسلاف کی بیداری اور ان کے احساس عالی کے زندہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور جس سے یہ خوب معلوم ہوتا ہے کہ انھیں جہل کا طعنہ حد درجہ ناگوار خاطر تھا۔ ان کا ایک جزئی مسئلہ میں غلطی کرنا اس امر کے لئے باعث ہوتا ہے کہ وہ ایک دفتر عظیم اس کی تحقیق میں چھوڑ گئے اور انکشاف حقیقت کی خاطر سارا بیابان قبیلہ قبیلہ چھانتے پھرے اور یہی حال دور جاہلیت کا بھی تھا چنانچہ دیکھو وہ واقعہ امرء القیس کا جس میں امرء القیس بن حجر الکندی نے اپنی بیوی سے کہا تھا۔ اُقتلی السراج چراغ کو گل کر۔ عورت نے یہ سن کر کہا واللہ انہ عجمیٌ

یہ شخص عجمی ہے جو عرب کی زبان سے ناواقف ہے۔ کیونکہ عرب ایسے موقعہ پر بولا کرتے ہیں أطفی السراج نہ کہ اُقتلی جو کہ خلاف استعمال و محاورہ ہے دیکھو یہ واقعہ (حاشیہ کافیہ ص۲۹ شرح جامی ص۱۰۱) آخر یہی امرؤالقیس اس عورت کو ایک اور وجہ سے طلاق دیکر بیابان نوردی پر آمادہ ہوجاتا ہے اور اہل عرب کے تمام قبیلوں کی بولیوں کو ان کے محاورہ اور بدوؤں کے استعمال کے طریقوں کو ضبط کرتا ہے اور سالہا سال اسی تحقیق میں لگ جاتا ہے۔ آخر ایک جگہ ایک قبیلہ کی بولی اس موقعہ پر وہی نکلی جو امرؤالقیس نے چراغ بجھانے کے لئے اپنی شب عروسی میں کہا تھا۔ اور جس سے عورت چراغ پا ہوگئی تھی۔ یہ امرؤالقیس کندی وہی تھا جو اپنی معشوقہ عنیزہ کا ذکر اپنے قصیدہ میں کرتا ہے جو قصیدہ کہ سبعہ معلقہ میں بہتر قصیدہ مانا گیا ہے۔ علامہ زوزنی شارح سبعہ معلقہ نے شروع ہی میں اس واقعہ کو نقل فرمایا ہے۔

(۲) **امام نحو سیبویہ** کا واقعہ ہے کہ طالب علمی کے دور میں جبکہ حدیث پڑھا کرتے تھے۔ نحو سے اس وقت چنداں مناسبت نہ تھی۔ ایک روز ان کے استاد حماد بن سلمہ نے کسی حدیث کی روایت میں الفاظ لیس ابا الدرداء املا کرائے سیبویہ نے ان کو ادا کرتے ہوئے اور طلباء کے سامنے ابو الدرداء کہا شیخ نے کہا غلط لفظہ بتا ولیس ابا الدرداء اس گرفت سے سیبویہ کو ندامت ہوئی۔ اور دل میں سوچا کہ میں وہ علم کیوں نہ سیکھوں جو ایسی غلطی سے بچا سکے۔ چنانچہ انہوں نے نحو سیکھی اور ایسی جانفشانی اور آمادگی سے سیکھی کہ "سیبویہ" جیسی نامی اور ضخیم مجلد کتاب لکھ دی (علماء سلف ص۲۲)

(۳) فن ادب کے مشہور امام کسائی ۔ ایک مجلس میں گئے ۔ چونکہ بہت تھکے ہوئے تھے اس لئے کہا عَیَّیْتُ (بالتشدید) کہا ۔ اہل مجلس نے ٹوکا کہ تم غلط لفظ استعمال کر رہے ہو ۔ صحیح عَیِیْتُ (بالتخفیف) ہے ان کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ اس فن کے سیکھنے کا تہیہ کر لیا ۔ چنانچہ خلیل بصری کی خدمت میں گئے اور پھر وہاں سے بنی تمیم و بنی آسد کے قبیلوں میں پھرے ۔ یہاں تک کہ امام فن تسلیم کئے گئے (علمار سلف مؤلفہ مولانا حبیب الرحمٰن شروانیؒ)

یہ روایت نفحۃ الیمن میں بھی ہے ۔ اسی طرح وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے ۔ جس میں امام غزالیؒ کو قزاقوں نے طعنہ دیا تھا ۔ اور آپ نے پھر اس طعنہ سے متاثر ہو کر پورے تین سال اس کے لئے وقف کر دیا ۔ تا آنکہ آپ حافظ ہو گئے (الغزالی مؤلفہ شبلی)

ان روایات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلاف کی حمیت بے حد حساس واقع ہوئی ہے ۔ جس کو جوش میں لانے کیلئے ادنیٰ تحریک کافی تھی اور ہزار ہا علامہ و ہر فاضل روزگار ایسے بھی ہیں کہ جنہیں کوئی اس کی طرف رغبت دلانے والا تک نہ تھا ۔ بلکہ بعض کو ماں باپ کی طرف سے سخت رکاوٹیں بھی تھیں ۔ جیسے امام ابو یوسف وغیرہ (دیکھئے مقدمہ ہدایہ) مگر پھر بھی اس تعلیم کو اس درجہ کمال تک پہنچایا کہ ان کا نام نامی سب کی زبان پر عزت و ادب سے آج تک ہے ۔ ہمارے علمائے سلف کی ایک ایک جزئی مسئلہ میں تحقیقات کی کوئی حد نہ تھی ۔ سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے اور اپنی حالت پر باوجود کم مائگی کے غفلت دیکھ کر سخت افسوس ہوتا ہے ۔ بلکہ خیال گذرتا ہے کہ علم آہستہ آہستہ اٹھا

جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث کا بھی مضمون یہی ہے کہ "علم" اٹھا لیا جائیگا علماء کے اٹھا لینے کے ساتھ۔ یہی معاملہ آج ہے اور حدیث نبوی کی پوری تصدیق ہو رہی ہے۔

علماء کے کسب علم و محنت کے چند واقعات

(۱) **علامہ جلال الدین سیوطیؒ** اپنے ایک استاد کی نسبت جن کا نام محمد بن سلیمان محی الدین الکافیجی ہے۔ ان لفظوں میں ذکر کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ محمد بن سلیمان کافیجی علامۃ الوقت استاذ الدنیا معقولات، ہیئت و کلام کے امام اور فقہ نحو وغیرہ علوم کے شیخ الکل تھے۔ ان کی اس قدر تالیفات ہیں کہ میں نے ان سے ایک دن کہا کہ آپ اپنی تالیفات لکھوا دیجیے۔ تو فرمایا لا اقدر علی ذلک میں اپنے اس استاذ کے پاس پورے چودہ سال رہا اور روزانہ و نئی نئی تحقیقات و نکات معلوم ہوتی رہیں جو اس سے پہلے میں نے کہیں نہیں سنی تھی۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ مجھ سے پوچھا اعراب زید قائم ماذا زیدٌ قائمٌ کا اعراب کیا ہے تو میں نے کہا ہم آپکے سامنے بچے ہیں۔ ہم سے کیا پوچھتے ہیں۔ کہا سنو اس میں ایک سو تیرہ بحثیں ہیں میں سن کر حیران ہو گیا اور میں نے کہا لا اقوم من المجلس حتی استفید ھا۔ میں بغیر سب معلوم کیے ہرگز اٹھ نہیں سکتا۔ (فوائد بہیہ للعلامۃ عبدالحی ص۶۸)

یہ خوب یاد رہے کہ دنیا میں جس نے کسی فن میں بھی کمال حاصل کیا اس کی تہ میں صرف محنت نظر آئے گی

ورنہ وہ بھی ماں ہی کی آغوش میں پل کر جوان ہوئے تھے اور انھوں نے ہماری طرح ماں کا دودھ بھی پیا تھا. زمین ہی پر وہ بھی بستے تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بالکل ہماری طرح کالے یا گورے انسان ہی تھے۔

ہاں بہت سے ہماری ہی طرح سخت غریب تھے مگر ہاں دولت کے لحاظ سے غریب تھے اور محنت اور کسب علم کی بدولت دنیا کے امام، وقت کے استاذ، دین کے فخر، اسلام کے حجت، ملت کے نجم، شریعت کے صدر، حرمین کے امام، علوم کے سمندر ہوکر گذرے اور ہاں وہ ہوئے کہ جن کو دیکھ کر انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ کیا آپکو یاد نہیں ہے کہ جس وقت عبد اللہ بن مبارک کا گذر خلیفہ ہارون رشید کی خلافت میں ہوتا ہے۔ اور ارد گرد ہزارہا آدمیوں کا مجمع دکھائی دیتا ہے۔ اورایک عجیب شور خوش آمدید و ہنگامۂ مرحبا بپا ہو جاتا ہے۔ تو ہارون رشید کے حرم سرا میں خاتون زبیدہ اس مجمع کی حالت کو دیکھ کر پوچھتی ہے یہ کیا ہے؟ اس کو جواب ملتا ہے کہ خراسان کے ایک بڑے عالم کا استقبال کیا جارہا ہے۔ وہ سن کر بولی کہ واللہ یہ سلطنت در اصل دل کی سلطنت ہے اور اصلی طور پر سلطنت صرف اسے کہتے ہیں۔ ہارون کی سلطنت کوئی سلطنت نہیں ہے۔

جس کا دار و مدار ہتھیاروں اور صرف فوج ولشکر کی طاقت پر ہے (اتحاف النبلاء ص۲۷۲)

(۲) **خواجہ حافظ شیرازی** کی کیا حالت تھی ؟ سنیئے ! خواجہ صاحب کے والد کا نام بہاء الدین تھا۔ باپ نے جب انتقال کیا تو بد انتظامی سے باپ کی کمائی سب اڑ گئی ۔ آپ کے اور بھائی پریشان ہو کر ادھر ادھر نکل گئے۔ لیکن۔ خواجہ صاحب کمسنی کی وجہ سے شیراز ہی میں رہے ۔ گھر میں فاقے ہونے لگے ۔ خواجہ صاحب نے خمیر بنانے کا پیشہ اختیار کیا ۔ آدھی رات سے اٹھ کر صبح تک گوندھتے گھر کے پاس ایک مکتب تھا محلے کے لڑکے اس میں پڑھتے تھے۔ خواجہ صاحب اکثر ادھر سے نکلتے تو دل میں تعلیم کی رغبت پیدا ہوتی ۔ رفتہ رفتہ شوق اس قدر بڑھا کہ مکتب میں۔ داخل ہو گئے۔ خمیر سے جو حاصل ہوتا ایک تہائی اس میں سے ماں کو اور ایک تہائی معلّم کو لبقیہ خیرات کر دیتے مکتب میں قرآن مجید حفظ کیا اور معمولی ابتدائی کتابیں پڑھیں آہستہ آہستہ محنت و شوق کی بدولت آپ کے علم وفضل کا چرچا دور دور تک پہونچا آخر میں علم تصوف کی طرف مائل ہوئے اور خواجہ کے نام سے ملقب ہوئے۔

آپ کا یہ شعر مشہور ہے ؎

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید ؎ کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزلہا

(حیات حافظ [illegible])

(۱۳) **حکیم عمر خیام** کا زمانہ بھی غربت کا تھا۔ چنانچہ ان کے باپ عثمان نامی نے شروع میں کچھ خرچہ دیا۔ پھر اس کے بعد تنگ دستی سے مجبور ہو گئے آخر ان کو ہونہار لڑکے عمر (خیام) جو اپنی ذکاوت و سلامتی طبیعت کے لحاظ سے بہت مشہور تھے۔ وطن سے نکلے اور تمام دنیاوی علائق سے یکسو ہوکر دار العلوم نیشا پور میں شیخ الاساتذہ امام موفق کے حلقہ درس میں شریک ہو گئے۔ پھر تحصیل علوم سے فراغت پاکر وطن میں فنون مروجہ کی مزید تحقیقات شروع کی۔ اور فن ہیئت کی بہت بڑے ماہر ہو گئے۔ خیام کو آج دنیا صرف شاعر کی حیثیت سے جانتی ہے۔ ورنہ وہ علوم عقلیہ و نقلیہ کے بہت بڑے ماہر تھے۔

پھر اس محنت کی بدولت سلطان سنجر کے پہلو میں شہ نشینی کا لطف بھی حاصل فرماتے رہے۔

ایک دفعہ وزیر عبدالرزاق اور حجۃ الاسلام غزالیؒ کے مابین قرأت کے ایک مابہ النزاع مسئلہ میں عمر خیام حکم بھی بن چکے ہیں۔ آپ نے اس موقع پہ قرأت سبعہ اور شواذ پر وہ مدلل تقریر کی کہ علامہ غزالی پھڑک اٹھے۔ قاضی عبدالرشید کہتے ہیں میں نے عمر خیام سے "معوذتین کے معنی" اور تکرار لفظ کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے جواب میں مفسرین کے اقوال اور دلائل

شواہد اس تفصیل و تشریح سے بیان کئے کہ اگر قلم بند کئے جائیں تو ضخیم کتاب تیار ہو۔ شوق مطالعہ اس درجہ تھا کہ ایک بار اصفہان میں ایک کتاب نظر سے گذری تو سات مرتبہ پے در پے اس کا مطالعہ کیا پھر نیشاپور آکر اسکو زبانی لکھوادی۔ امام غزالیؒ نے ایک مرتبہ حکیم عمر خیام سے اجزاء فلکیہ کی نسبت پوچھا کہ جب یہ مسلم ہے کہ تمام اجزاء آسمان باہم حقیقت میں متحد ہیں تو کیا وجہ ہے کہ بعض اجزاء قطبین قرار پائے؟ جواب دیا میں اسکو اپنی کتاب "عرائس النفائس" میں مفصل طور پر لکھ چکا ہوں۔ بالآخر امام غزالی کی خواہش سے اس بحث کو ابتدائی مراتب سے چھیڑا اور آغاز اس مسئلہ سے کیا کہ "حرکت کس مقولہ سے ہے" اور اس کو اتنی وسعت دی کہ یہ مسئلہ پورا نہ ہوا اور ظہر کی اذان ہو گئی۔ منجمین اس کو اپنا استاد تسلیم کر چکے ہیں۔ ایک دفعہ جب منجمین کی جماعت اور.... مجہول الحال فال گو کے درمیان ساعت کے اثرات میں اختلاف واقع ہوا اور شاہ ملک سلجوقی نے سختی سے باز پرس کی تو اس وقت انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ ہماری اس میں غلطی نہیں ہے۔ اگر رائے عالی ہو تو خواجہ امام عمر خیام سے بھی دریافت فرما لیجیے وفات کے روز وہ شیخ کی کتاب شفاء دیکھ رہے تھے

دیکھتے دیکھتے جب "وحدت و کثرت" کی بحث پر پہنچے تو کتاب میں خلال رکھ کر بند کر دی اور وقت نماز کا ہو گیا تھا۔ جاکر نماز پڑھی دن کو کچھ نہ کھایا۔ اور اسی رات کو بعد از نماز عشاء انتقال ہو گیا۔ مرنے سے پہلے کہا۔ مولیٰ! تیری معرفت بقدر امکان میں نے حاصل کی، اب معاف رکھیو؛

ان کی عربی میں بھی بہت رباعیات ہیں۔ ازانجملہ ایک رباعی فوائد بہیہ ص۲۷ میں بھی ہے اور یہ حالات "سوانح عمر خیام" نامی کتاب میں ہیں۔

(۴) آیئے اب شیخ **سعدی** علیہ الرحمہ کی بھی طلب و کوشش کا حال خود ان کی دونوں شہرۂ آفاق کتاب گلستاں، بوستاں سے معلوم کریں۔ آپ گلستاں میں لکھتے ہیں ؎

ما نصیحت بجائے خود کردیم
روزگارے دریں بسر بردیم

ترجمہ:- ہم نے از راہ خیر خواہی یہ کتاب لکھی کہ جس میں میں نے ایک زمانہ صرف کر دیا (گلستاں ص۱۴۵)

بوستاں میں آپ لکھتے ہیں ؎

در اقصائے عالم بگشتم بسے
بسر بردم ایام با ہر کسے

تمتع زہر گوشۂ یافتم ✲ زہر خرمنے خوشۂ یافتم

ترجمہ:۔ میں نے دنیا کے چپے چپے گوشہ گوشہ کا سفر کیا ہے اور بہتوں سے میرا سابقہ پڑا ہے۔ ہر کھلیان سے مجھے پھل اور ہر جگہ سے نفع حاصل ہوا۔

آپ کے حالات حیات سعدیؒ مؤلفہ شبلیؒ و مؤلفہ مولنا حالیؒ میں مفصل طور پر موجود ہیں اور آپکے حالات اور آپ کے اشعار کے مرتبہ و قدر کے سلسلہ میں میں نے ایک الگ مضمون لکھا ہے۔

شیخ سعدیؒ اپنے اس شعر کے صحیح مصداق ہیں ؎

شاعراں بسیار گفتند شعرہائے پرنمک
کس نگفتہ ہمچو شعر سعدی

جامع العلوم

علماء اسلاف میں متعدد علوم و فنون کے حاصل کرنے والے بھی تھے۔ اور ہر فن مولا سے مشہور ہوئے۔ اس بارہ میں ان کے چند اشعار یہ ہیں ؎

احرص علی کل علم تبلغ الاملا
ولا تموتن بعلم واحد کسلا
النحل لما رعت من کل فاکھۃ
ابدت لنا الجوھرین الشمع والعسلا
الشمع فی اللیل ضوء یستضاء بہ
والعسل یبری باذن الباری العللا

یعنی ہر علم حاصل کرو۔ سستی سے ایک ہی علم پر کفایت

نہ کرو۔ دیکھو شہد کی مکھی ہر پھول کو چوستی ہے تو اس کے اسی استفادہ سے عجیب شہد تیار ہوتا ہے جو شفاء مرض ہے۔ اور اس کا بچا ہوا فضلہ موم بن کر رات کو روشنی کرتا ہے۔

(۱) **سراج الدین سکاکی** نحو و صرف و معانی و بیان و عروض و غیرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور "در بارہ علوم" کے آپ فاضل روزگار تھے۔ جو کہ ان کی کتاب "مفتاح العلوم" سے ظاہر ہوتا ہے لیکن با ایں ہمہ کمالات آپ "فن تسخیر و طلسمات" وغیرہ کے بھی عالم تھے۔ چنانچہ ایک روز "سلطان چغتائی خاں" کے پاس آپ بیٹھے ہوئے تھے چند چڑیوں کا ادھر سے گذر ہوا۔ چغتائی خاں نے اس کا شکار کرنا چاہا اور کمان و تیر ہاتھ میں اٹھایا۔ سکاکی نے پوچھا کہ ان میں سے کس کا شکار کرو گے۔ پس اس نے تین چڑیوں کی طرف اشارہ کر دیا اس کے بعد سکاکی نے ایک مدور خط کھینچا اور کچھ پڑھا اور وہی تین مخصوص چڑیے گر پڑے۔ اس کے بعد چغتائی خاں کا اعتقاد بہت بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ سکاکی کو تخت شاہی پر بٹھا دیتا اور خود بادب ایک طرف ہو جاتا (فوائد البہیہ ص۵۰)

یہ تھا ہمارے ان بزرگوں کا "جاہ و جلال" جو انہی

علوم و فنون کی خاطر اپنے آپ کو مٹا چکے تھے۔ اسی لئے مثل فرمان شیخ سعدی وہ کاسۂ چینی ہوئے اور ہم جو سال بہ سال درجنوں سینکڑوں تیار ہو رہے ہیں اس مٹی کے پیالے کی طرح ہوئے جو روزانہ لاتعداد بنتے ہیں اور پیسے کے کئی کئی ملتے ہیں۔

(۲) **قاضی زادہ** ان کی کم عمری میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ علم کا اتنا شوق رکھتے تھے کہ کچھ دن بعد انھوں نے بلاد عجم جانے کا پختہ ارادہ کرلیا اور اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کو اس کی اطلاع نہ دی۔ لیکن ان کی بہن کو یہ حال معلوم ہوگیا۔ تو اس نیک اطوار بہن نے اس کا افشار نہ کیا اور ان کی کتابوں میں اپنے زیوروں میں سے قیمتی زیورات رکھ دیئے۔ تاکہ دیار غربت میں ان کے کام آسکیں چنانچہ یہ خراسان پہنچے۔ وہاں پڑھ کر ماوراء النہر پہنچے لوگوں نے انھیں قاضی زادہ کا لقب دیا۔ پھر وہاں سے سمرقند پہنچے اور سمرقند کے ملک اعظم الغ بیگ نے ہیئت کی بہت سی کتابیں پڑھیں۔ اور آخر میں الغ بیگ نے سمرقند میں ایک رصد تیار کرایا۔ اس کے مہتمم قاضی زادہ تھے جس کا ذکر تصریح میں بھی ہے (تعلیقات سنیہ ص۴۹)
غرض جس علم میں آپ دیکھیں گے تو آپ کے اسلاف اس میں یگانہ نظر آئیں گے۔

(۳) علم لغت میں بڑے بڑے علماء گذرے **صاحب قاموس**
کے نام نامی و ذات گرامی سے کون ناواقف ہے آپ نے
تمامی درسگاہوں اور دار العلوم کا سفر آٹھ برس سے
شروع کیا۔ شیراز پہنچے۔ پھر عراق پھر واسط پھر بغداد
پھر قاہرہ پہونچے اور شام و روم اور ہندوستان
اور بلادِ شرق وغیرہ تمام ممالک کا چکر لگایا۔ بڑے
بڑے فضلاء سے تعلیم حاصل کی اور تمام معاصرین پر
سبقت لے گئے۔ یمن کے بادشاہ اشرف اسمٰعیل نے
ان کی بے اندازہ قدر کی۔ ہزارہا اشرفیاں ان کی آمد
پر خرچ کرتا۔ تیمور لنگ و شاہ مصر و سلطان بایزید
خاں آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتے آپ نے اپنی کتاب
میں ساٹھ ہزار لغت کے مادے جمع کئے۔ کیوں نہ ہو ان
کے نزدیک تو طلب علم واجبات و فرائض میں سے تھا۔
چنانچہ علماء نے لکھا ہے۔

حِفظُ اللُّغَاتِ عَلَینَا ٭ فرضٌ کَحِفظِ الصَّلَاۃ
فَلَیسَ یُحفَظُ دِینٌ ٭ اِلَّا بِحِفظِ اللُّغَات

(دیکھو قاموس جلد ثالث کا مقدمہ صہ۳)

غرض علی سبیل الاختصار علماء و محدثین و مفسرین و ادباء
و مناطقہ و فلاسفہ و شعراء وغیرہم کے حالات ہم نے آپ کے
سامنے رکھ دیئے ہیں اب اس موقع پر ہم بزرگوں

کے وہ زریں اقوال نقل کر دینا چاہتے ہیں جو آداب علم سے تعلق رکھتے ہیں۔

آدابِ علم

طالب علم اور علم شناس حضرات اسے غور سے پڑھیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں۔ طالب علم کی پہلے نیت کا صحیح ہونا
استاد کا ایک ایک حرف کمال توجہ سے سننا۔ اس کے بعد خوب غور و خوض سے مضامین کا دل میں اتارنا۔ اور اس کے بعد اس کا محفوظ کر لینا۔ اس کے بعد اپنے شاگردوں میں اس کا پھیلانا۔ آگے لکھتے ہیں "ہر یکے ازیں شروط پنجگانہ یکے فوت کرد در علم او نقصان پدید آید" (دیکھو اتحاف ص۲۷)

ششم دیندار ہونا، جھوٹ کبھی نہ بولنا، گناہ اور بدی کے قریب نہ جانا۔ کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان سئ الحفظ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے

شَكَوْتُ إِلَىٰ وَكِيعٍ سُوْءَ حِفْظِي
فَأَوْصَانِي إِلَىٰ تَرْكِ الْمَعَاصِي

(فوائد البہیہ ص۹۲)

استاد کو کبھی آزار نہ پہونچانا۔ ہفتم اپنے علم اپنی زبان

اپنے اعضاء کے حرکات و سکنات کسی طرح سے استاد کو رنجیدہ نہ کرنا۔ حتیٰ کہ استاد سے کسی بات میں "کیوں" بھی نہ کہنا اشد ضروری ہے۔ ایسا طالب بے ادب اور بے نصیب رہے گا۔ مشہور مقولہ ہے "با ادب با نصیب" چنانچہ تعلیم المتعلم میں ایک باب ہے "فضل رعایتہ الاستاذ" اس میں مصنف کتاب برہان الاسلام زرنوجی نے ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ شمس الائمہ حلوائی کسی ضرورت سے بخارا سے نکل کر بعض دیہات میں گئے ہوئے تھے۔ آپ کے تمام تلامذہ نے آپ سے آ کر ملاقات کی۔ مگر قاضی ابو بکر نہ آسکے۔ تو جس وقت ان سے شمس الائمہ کی ملاقات ہوئی پوچھا۔

"تم کیوں نہ آئے۔؟

کہا میں والدہ ماجدہ کی خدمت میں مشغول تھا۔ اس لئے نہ آسکا۔

تو فرمایا "عمر تجھے بہت دی جائے گی۔ مگر درس کی رونق سے ہمیشہ محروم رہے گا"

چنانچہ ایسا ہی ہوا انکو کبھی درس دینے کا اتفاق نہ ہوا۔ صرف اتنا ثبوت ملتا ہے کہ ان کے بیٹے نے البتہ تعلیم حاصل کی تھی۔ اسی وجہ سے علماء نے کہا ہے۔

مَن تَاذّیٰ مِنْہُ اُستَاذُہٗ یُحْرَمُ بَرَکَۃَ العِلْمِ۔

کہ وہ طالب علم جس سے اس کا استاذ تکلیف اٹھاتا ہے۔

اور کسی وجہ سے استاد اس کو پڑھاتا ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ میں قابل ہوجاؤنگا۔ خوب سمجھ لے کہ علم کی برکت اور علم سے انتفاع دونوں اسے حاصل نہ ہو سکیں گے یہ کتاب نہایت عمدہ مصر میں چھپی ہے۔ طلبار کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ آداب سے واقف ہوں۔ نخبۃ الفکر میں حافظ ابن حجرؒ نے ایسی اور کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ جس میں شیخ و سامع کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ خطیب بغدادیؒ نے اس بارہ میں ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام الجامع فی بیان آداب الراوی ...... واخلاق السامع ہے۔ علامہ ابن عبدالبر قرطبیؒ نے جامع بیان العلم میں اس مبحث کو مفصل لکھا ہے۔

اسی طرح خزینۃ الاسرار میں ہے:

مَنْ قَالَ لِاُسْتَاذِہٖ لِمَ فَهُوَ لَا يُفْلِحُ اَبَدًا

جس نے اپنے استاذ سے کہا "کیوں" وہ سن لے کہ فلاح و بھلائی اسے حاصل نہیں ہو سکتی۔ (دیکھو خزینۃ الاسرار فی مجالس الابرار ص۵۴)

امام طاؤس یمنیؒ فرماتے ہیں من السنۃ ان یوقر العالم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یوقر کبیرنا ولاشك انہ بمنزلۃ الوالد واجلالہ یعنی عالم دین کی توقیر و تعظیم سنت نبوی سے ثابت ہے بلکہ عالم بمنزلہ والد کے ہے اس کی تعظیم خود علم کی تعظیم ہے۔ ایک بزرگ نے تعظیم استاد کے سلسلے میں لکھا کہ

(جامع بیان العلم [illegible]) (الترغیب [illegible])

جب تمہارے کوئی استاد تمہارے یہاں آئیں تو ان کے ہاتھ کو بوسہ دو اور اونچی اور معزز جگہ پر انکو بٹھاؤ اور تمیز و ادب سے پیش آؤ اور ان کی ضروریات کو معلوم کرو اور حتی الامکان چھوٹی بڑی ہر ضرورت کو پورا کردو (فتح المغیث صہ ۳۲۴) الفاظ یہ ہیں اذا قدم علیك شیخك فقبل یدہ و وقر مجلسه واقض حوائجه کلها جلیلها و حقیرها (فتح المغیث صہ ۳۲۴)

ایک تازہ واقعہ سنیئے۔

"سلطان محمد خاں پادری" اپنے رسالہ "میں مسیحی کیوں ہوا" میں ضمنی طور پر ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ "میں ابتدا ہی سے تحقیق کی طلب میں تھا۔ چنانچہ میں برابر انجیل وغیرہ کا مطالعہ کرتا رہا۔ اس وقت میں مدرسہ فتحپوری میں پڑھتا تھا۔ ایک رات میرے کابلی استاذ ٹہلتے ٹہلتے میرے حجرے میں آئے اور فارسی زبان میں کہا "ترسم کہ عیسائی نہ شوی۔ میں نے فارسی ہی میں جواب دیا کہ آپ ایسا کیوں" کہتے ہیں۔ میری طرف ایسی نسبت آپ نہ کیجئے"۔ (دیکھو رسالہ مذکور صہ ۹)

لیکن آج آپ آنکھیں کھول کر دیکھ لیں کہ اس تجربہ کار استاذ کا مقولہ حرف بحرف صادق ہوا کیونکہ وہ عیسائی ہوگئے ہیں۔

اب میرے عزیز طالبو! آپ کو کیا کرنا چاہیئے ؏

اپنے اساتذہ سے کیا برتاؤ، کیا حسن سلوک اور ان کے ساتھ کس طرح خوش خلقی و انکساری سے ملنا چاہیئے؟ اس کو اپنے دل سے پوچھ لو اور دل میں سمجھ لو کہ اساتذہ کا ادب واجبات سے ہے۔ اگر آپ خدمت کریں گے ادب و مروت و عمدگی سے اساتذہ کا لحاظ رکھیں گے۔ تو یہ اساتذہ خود آرزو کریں گے کہ یہ شاگرد قابل و ہونہار ہو جائے اساتذہ کی ہر نیک تمنا کا اثر لازمی ہوگا۔ انشاء اللہ! سچ ہے

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

دیکھئے اور غور کیجئے ہمارے وہ علمائے کرام جنھیں زمانے نے شمس الائمہ، فخر الاسلام، تاج الاسلام، صدر الاسلام، شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، امام الائمہ، شرف الائمہ، صدر الشریعہ، سید سند، سید شریف، فخر الدین، جلال الدین، رکن الدین، بدر الدین، امام الحرمین، مفتی الثقلین، بحر العلوم وغیرہ وغیرہ وہ باعزت القاب جو انھیں معدودے چند القاب میں منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ بقول شاعرے

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست

بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

لاتعداد اور بیرون از شمار ہیں آخر انھیں یہ باعزت القاب کیوں کر حاصل ہو گئے۔ کیا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ

انھوں نے استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کے بعد کبھی کسی بے ادبی یا بد تمیزی کا مظاہرہ کیا ہے۔ حاشا و کلا۔ ان کی بابت روشنی ڈالنے کیلئے کتب تاریخ کافی ہیں انھوں نے اپنے اساتذہ کی جو خدمات انجام دی ہیں۔ استاذ کو جس جس طرح علمی دنیا کا بادشاہ اعظم تسلیم کیا ہے۔ آج اس کی نظیر ملنی ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ ہم آج ان آداب سے خالی ہیں اسی لئے وہ برکات بھی اب ہماری تعلیم پر مرتب نہیں ہوتیں۔ کیا سچ ہے ؎

در چمن از کہ مراعات ادب باری چشم
بلبلاں مست صبا بے خود و گل بے پروا

پس میرے عزیز طالب علم بھائیو! استاذ کا ادب اور شرائط مذکورہ کی پابندی سے اگر آپ کام لیں گے تو صحیح معنوں میں اپنے زمانہ کے استاذ، ادیب، منطقی، فلسفی، مہندس، شیخ التفسیر، شیخ الحدیث آپ بھی تسلیم کئے جاسکتے ہیں۔

اسلاف پر علم و فضل ختم نہیں ہے

یہ ہرگز خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اب پہلے جیسے لوگ نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ کوئی نبوت نہ تھی جو منقطع ہو گئی اور جس کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ ابھی خدا کے

بندوں پر کتنے دور آئیں گے اور کتنے علامہ دھر فاضل روزگار و یکتائے زماں گذریں گے۔ انشاء اللہ۔
امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سارا دار و مدار طلب و کوشش پر ہے۔ سلف نے ہماری ایک ایک کتاب کو بار بار پڑھا اور پھر اس میں کامل محنت کی۔ اس لئے وہ کامل ہوئے۔ ہم بھی محنت کریں تو ہم بھی وہی ہو سکتے ہیں۔ فرمایا نحن رجالٌ وَھُمْ رجالٌ وہ اور ہم دونوں ہی آدمی ہیں۔ تمھیں وہ بھی یاد کرنا چاہیئے۔ جو کہ احمد بن سلیمان ادیب کامل بتلا گئے ہیں ؎

وانی وان کنت الاخیر زمانہ
لآتٍ بما لم تستطعہ الاوائلُ

"اگرچہ میں اسلاف سے پیچھے ہوں۔ لیکن زمانہ کے تقدم و تاخر کا کوئی لحاظ نہیں۔ میں وہ باتیں لکھ رہا ہوں جسے پہلے لوگوں نے چھوڑ دیا ہے"
اسی طرح ابوالعباس صاحب مبرد کامل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔ لَیْسَ لِقِدَمِ الْعَھْدِ یُفَضَّلُ الْقَائِلُ۔
ولا لحدثانہ یھتضم المُصِیبُ

یعنی سابق زمانہ میں ہونے سے نہ اس کو فضیلت مل جاتی ہے اور نہ نئے دور کا عالم صحیح بات کہنے کے لئے حقیر ہے ہر شخص خواہ کسی زمانہ کا ہو بقدر استحقاق مرتبہ پاتا ہے۔

اسی طرح صاحب قاموس خود اپنے لئے لکھتے ہیں کہ میں اسے لکھ کر کوئی فخر نہیں کرنا چاہتا صرف شاعر کے اس قول کا اظہار ہے جو اس نے کہا ہے ع

كَمْ تَرَكَ الْاَوَّلُ لِلْاٰخِرِ

سلف نے خلف کیلئے بہت کچھ ذخیرہ چھوڑ دیا ہے۔ یہ نہیں کہ اسلاف پر سب ختم ہو گیا۔ اسی طرح مقدمہ قاموس کی ایک عبارت اس موقعہ کے لئے خوب چسپاں ہے

بَلْ زَعِمَ الشَّامِتُوْنَ بِالْعِلْمِ وَطَلَّابِہٖ اَنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِهِمْ لَا يَجُوْدُ وَاَنَّ وَقْتًا قَدْ مَضٰى بِهِمْ لَا يَعُوْدُ۔

ترجمہ:۔ علم اور اس کے طالب کی رنجیدہ حالت پر خوشیاں منانے والے سمجھ رہے ہیں کہ زمانہ اب ویسے عالم پیدا نہیں کر سکتا اور جیسا علم و فضل کا دور پہلے تھا ویسا اب نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ یہ محض ان کا زعم باطل ہے (قاموس جلد اول ص۵)

وہ فوائد اور معلومات جن کی بنا پر ہم ان کے جاننے والے کو بحرالعلوم وغیرہ کہتے ہیں۔ آخر وہ کیسے اور کیونکر؟ جواب آسان ہے۔ کہ "محض محنت کی بدولت"!!

کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

نیند کہتی ہے بہت جاگ چکا سو بھی جا
کامرانی کا ہے اصرار کہ آرام نہ کر

٭

محنت کا پھل

مولنا رومی اپنی مثنوی میں لکھتے ہیں ؎

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شوتا سبزہ روید رنگ رنگ

"بہار کے دنوں میں بھی پتھر کبھی سرسبز نہیں ہوتے۔ تو اے عزیز! راہ محبوب میں خاک ہوجا کہ رنگا رنگ پھول تیرے وجود کی پھلواری میں کھل جائیں"۔ ایک شاعر نے خوب لکھا ہے ؎

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے ٭ کہ دانہ خاک میں ملکر گل گلزار ہوتا ہے

آئیے ہم آپکو امام غزالیؒ کا تجربہ بھی سنا دیں۔ فرماتے ہیں ؎

بقدر الکد تنقسمُ المعالیِ ٭ وَمَنْ طَلَبَ العُلٰی سَہِرَ اللَّیَالِیْ

یعنی بلندی و مراتب محنت و مشقت کے اعتبار سے ملتے ہیں۔ اور شب بیداری میں بسر کرنیوالے ہی بلند مراتب کے حامل ہوتے ہیں۔ مولنا حالیؒ کیا خوب لکھتے ہیں ؎

محنت ہی کے پھل ہیں ہر اک خرمن میں ٭ محنت ہی کا گل ہے ہر اک دامن میں

پس سوچئے کہ فارابی، بوعلی، رازی، سکاکی، سعدی وغیرہ علمار سلف جن کا ذکرِ خیر آجتک ہے اور آئندہ بھی رہیگا۔ ان کو یہ مراتب عالیہ کیونکر حاصل ہوئے۔؟ آخر ان کے باپ بھی تھے۔ بھائی بھی تھے مگر دنیا آج ان سے کیوں ناواقف ہے؟ اور صرف انھیں بزرگوں کو کیوں جانتی ہے؟ آپ خوب سمجھ گئے ہونگے کہ یہ محنت ہی کی بدولت زندہ ہیں۔ ورنہ آدمی ہونے میں ان کے باپ اور بھائی برابر تھے۔

پس محنت علمی کے بغیر عزت د سعادت دارین ناممکن ہے۔
کیا سچ ہے ؎

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

خادم العلماء والطلباء

عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری

(ترائی نیپال)

مصنف کے چند ضروری رسائل

مصنف کی دیگر علمی، دینی اور اصلاحی کتابیں

نصرۃ الباری

انسانی معاشرے میں اسلام نے ایک انقلاب برپا کیا ہے اس انقلاب کے آئینی خطوط کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ نے مقرر کئے ہیں ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتا جس طرح قرآن کی حفاظت خدا نے فرمائی ہے اسی طرح احادیث رسول کی حفاظت اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے محدثین کے ذریعہ فرمائی۔ احادیث کا محفوظ ترین ذخیرہ جو آج امت کے ہاتھوں میں ہے" وہ جامع صحیح بخاری ہے مغرب کی ترنگوں میں ڈوبے ہوئے کچھ لوگ احادیث کو دین سے خارج کرکے اپنی طبع رنگیں کو بے مہار کرنے کے آرزومند ہیں چنانچہ شک و ارتیاب اور معنوی و لفظی تحریفات کے ذریعہ ایک کھیل کھیل رہے ہیں ان کا سب سے افسوسناک اور خطرناک کھیل وہ ہے جو انھوں نے "اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری" کے بارے میں پیش کیا ہے۔ ان متجددین و متفرنجین نے سوچا کہ اگر صحیح بخاری پر ہاتھ صاف ہوگیا تو پھر احادیث کے باقی ذخائر خود بخود نظروں سے گر جائیں گے چنانچہ انھوں نے اس کتاب پر تشکیک و تلبیس سے کام کرنا شروع کر دیا۔

نصرۃ الباری میں ان کے ایک ایک شک کو نہایت زوردار دلائل سے دور کیا گیا ہے مخالفین کی بحثوں کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس پر اس کتاب میں محققانہ تنقید نہ کی گئی ہو۔ اس کتاب کو آپ شروع کریں گے تو صحیح بخاری کے اوپر سے اوہام کے بادل سرکتے ہوئے نظر آئیں گے اور جب آپ کتاب ختم کریں گے تو احادیث رسول کا یہ مجموعہ آفتاب نصف النہار

کی طرح بے داغ روشن نظر آئیگا ایک مدلل بحث میں مولانا مودودی پرویز اور برقی وغیرہم کے تشکوک پر ضرب لگائی گئی ہے جس طرح امام بخاریؒ نے اپنی جامع کی تسوید و تہذیب بار بار برسوں تک فرمائی اسی طرح کتاب "نصرۃ الباری فی صحیح البخاری" کی تہذیب و تنقیح مصنف نے بار بار کی اور مسودات کے ایک ڈھیر سے یہ منتخب مجموعہ پیش کیا ہے۔

کتابت طباعت و کاغذ نہایت اعلیٰ اور ٹائیٹل بلاک سے نہایت خوشنما ہے قیمت دو روپے ۸ر آنے۔

دلائل ہستی باری تعالےٰ

دہریت وانکار خدا کے انداز نرالے اور نئے نئے نمایاں ہوتے رہے ہیں۔ نقل کی بنیادوں پر دہریت کو جاؤ جب ناممکن ہوا تو عقل کے پر نکلے اور اس نے اس میدان میں پرواز شروع کی آجکل منکرین خدا کا تمام تر گھروندا عقلی بنیادوں پر قائم ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں نقلی اور عقلی دلائل سے ذات باری تعالیٰ کا وجود ثابت کیا ہے۔ دلائل وشواہد کا انداز پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا کہ بڑے سے بڑا ملحد و منکرِ خدا سر تسلیم خم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ تحقیقی والزامی دلائل کا بہترین مجموعہ ہے قیمت ایک روپیہ۔

دلائل توحید باری تعالےٰ

وجود باری کے اثبات کے بعد دنیا میں متعدد تفرقے ہو گئے کسی نے سیکڑوں ہزاروں خدا بنائے کسی نے بہت کم کیا تو تین خدا مان لئے۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ خدا ایک ہے۔ یہ کتاب ایک خدا کے اثبات پر عقلی و نقلی دلائل کا کافی مواد دے گی۔ آریہ، عیسائی وغیرہ کے دلائل کی

تردید کے ساتھ بریلی متن کے عقائد باطلہ کا بھی استیصال کیا گیا ہے
اور بتایا گیا ہے کہ خدا اپنی ذات وصفات میں یکتا و بے ہمتا ہے۔
یہ کتاب شرک کی گرم بازاریوں میں "اذان بتکدہ" کی حیثیت رکھتی
ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے۔

دلائلِ صدقِ رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے رسول ہونے پر عقلی و نقلی دلائل کا بہترین مجموعہ ہے۔ سچے
نبی اور جھوٹے مدعیان نبوت کے درمیان امتیازات کی نشاندہی کردی گئی ہے۔
اس کتاب سے ثابت ہوتا کہ آنحضور کے بغیر بوستان عالم بے بہار اور نخل ہدایت
بے برگ و بار تھا آپ کی بعثت و صداقت پر جو شکوک مخالفین پیدا کر سکتے تھے ان
سب کا اس کتاب سے خاتمہ ہوگیا قیمت ایک روپیہ۔

تردیدِ مسئلہ حاضر و ناظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کیساتھ بریلوی گروہ کا یہ غلو مشہور ہے کہ آپ
عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اس مسئلہ پر ایک بریلوی مولوی کی کتاب کا
رد کرتے ہوئے مصنف نے یہ کتاب لکھی ہے جس میں بریلوی فرقہ کی خیانتوں، علمی
غلطیوں اور پرفریب مغالطوں سے پردہ اٹھایا ہے۔ تفسیر، حدیث، کلام،
منطق، معانی، صرف و نحو وغیرہ جملہ وجوہ سے بریلوی اغلاط کو نمایاں کیا گیا ہے۔ عمر

ملنے کے پتے
(۱) عبدالرؤف رحمانی معرفت قاضی تبارک اللہ بڑھنی بازار پوسٹ رامدت گنج ضلع بستی
(۲) دفتر ترجمان ۳۳۴۳ نئی سڑک دہلی۔
(۳) دفتر اہلحدیث باڑہ ہندو راؤ دہلی۔
(۴) مکتبہ رحمانیہ حویلی حسام الدین بلیماران دہلی

(کوہ نور پرنٹنگ پریس دہلی)

2131